غربت وافلاس کا خاتمہ۔ سیرت طیبہ کی روشنی میں

تحریر: حافظ محمد سعد اللہ، مدیر مسئول سہ ماہی منہاج، لاہور

نحمده ونصلي ونسلم على رسوله الكريم امابعد!

اس وقت ساری دنیا کو بالعموم اور وطن عزیز کو بالخصوص درپیش سنگین اور تشویشناک مسائل میں سے ایک اہم اور فوری غور و فکر اور مؤثر حل کا متقاضی مسئلہ جس نے اکثر لوگوں کا دم ناک میں بلکہ اب تو خودکشیوں پر مجبور کر رکھا ہے، وہ غربت وافلاس کا مسئلہ ہے۔ بحیثیت مسلمان ہمارا اس بات پر پختہ ایمان ہے کہ دنیا کا کوئی ایسا مسئلہ نہیں جس کے بارے میں اللہ کریم کے پیغمبر اعظم وآخر اور رسول رحمت ورافت سیدنا و مولانا محمد مصطفےٰ احمد مجتبیٰ علیہ التحیۃ والتسلیم نے ہمارے لئے کوئی نمونہ کوئی رہنمائی اور اصولی ہدایات نہ چھوڑی ہوں۔

سکھائے معیشت کے آداب ان کو
پڑھائے تمدن کے باب سب ان کو
(حالی)

بنابریں زیر نظر مقالے میں غربت وافلاس کے اس پریشان کن مسئلے کا حل حضور رحمۃ للعالمین انیس الغریبین محب الفقراء والمساکین ﷺ کی سیرت طیبہ اور اسوہ حسنہ کی روشنی میں تلاش کرنے کی کوشش کی گئی ہے۔

عالمی اقتصادی صورت حال

روزنامہ نوائے وقت لاہور مورخہ ۲۴۔ ستمبر ۹۹ء کی ایک مصدقہ خبر کے مطابق عالمی بنک کے صدر جیمز وولفن نے عالمی بنک اور بین الاقوامی مالیاتی فنڈز کے حکام کے مشترکہ سالانہ اجلاس سے خطاب کرتے ہوئے بتایا ہے کہ اس وقت دنیا کی کل آبادی کوئی چھ ارب ہے جس میں نصف کی سالانہ آمدنی دو ڈالر ہے جبکہ ایک ارب ۳۰ کروڑ عوام کی روزانہ آمدن ایک ڈالر ہے۔ اس وقت دو ارب لوگ انتہائی غربت سے نیچے کی زندگی گزار رہے ہیں انہوں نے کہا کہ امیر ملکوں کا فرض ہے کہ وہ غریب لوگوں کی امداد کیلئے بڑھ چڑھ کر حصہ لیں۔

ڈاکٹر محبوب الحق ہیومن ڈویلپمنٹ سنٹر اسلام آباد کی ایک رپورٹ کے مطابق جنوبی ایشیا میں فی کس قومی آمدن (۱۹۹۳ء میں ۳۰۹ ڈالر) دنیا کے تمام خطوں سے کم ہے۔ عالمی بنک کے مطابق اس خطے

کے ۵۰۰ ملین افراد غربت کی انتہائی حد سے بھی نیچے زندگی بسر کر رہے ہیں۔ یہ وہ آبادی ہے جو اپنی بنیادی ضرورتیں پوری نہیں کرپاتی۔ اگرچہ جنوبی ایشیا آبادی کے لحاظ سے دنیا کی آبادی کا ۲۲ فیصد ہے۔ لیکن آمدنی کے حوالے سے اس کا حصہ صرف ۱۳ء ۱ فیصد ہے اور دنیا کے ۴۰ فیصد غریب لوگ جنوبی ایشیا میں بستے ہیں۔(روزنامہ جنگ لاہور مورخہ ۸۔ ستمبر ۱۹۹۹ء از مضمون "خواب جہالت کب ختم ہوگا"

اسی طرح تقریباً ایک ارب آبادی والا پڑوسی ملک بھارت بھی شدید ترین غربت کا شکار ہے۔ زی ٹی وی نیوز کی ایک رپورٹ کے مطابق سرکاری حکام نے تسلیم کیا ہے کہ بھارت کے ۳۹ فیصد افراد شدید مفلس ہیں جبکہ غیر سرکاری اداروں نے یہ تعداد پچھتر (۷۵) فیصد بتائی ہے۔ یعنی بھارت کے ۷۵ فیصد افراد مفلسی کے درجہ سے بھی نیچے کی زندگی گزار رہے ہیں (روزنامہ نوائے وقت لاہور مورخہ ۱۷ ستمبر ۹۹ء)

پاکستان کی معاشی زبوں حالی

پاکستان کی معاشی زبوں حالی کا اندازہ عالمی بنک آئی ایم ایف اور سٹیٹ بنک کی اس حالیہ تشویش سے لگایئے جو روزنامہ نوائے وقت لاہور مورخہ ۲۰۔ ستمبر ۹۹ء میں نمائندہ خصوصی سکندر لودھی کے حوالے سے جلی سرخی میں شائع ہوئی ہے۔ اخبار لکھتا ہے:

"پاکستان اقتصادی طور پر کئی بنیادی مسائل سے دوچار ہونے کی وجہ سے بین الاقوامی اور مقامی طور پر "ڈٹ ٹریپ" میں آگیا ہے اور اسے اب پہلے سے حاصل کردہ قرضوں کی واپسی کیلئے نئے قرضے حاصل کرنے پڑ رہے ہیں۔ اس صورت حال کی وجہ سے اس وقت پاکستان کے جی ڈی پی کا ۹۰ فیصد حصہ قرضوں کی واپسی پر خرچ ہو رہا ہے اور دوسری طرف سود کی ادائیگی کے اخراجات بھی دفاعی اخراجات سے ۳۵ ارب سے ۴۰ ارب روپے زائد بڑھ چکے ہیں۔ اس وقت پاکستان سالانہ ۱۷۰ ارب سے ۱۸۰ ارب روپے ملکی وغیر ملکی قرضوں کے صرف سود کی ادائیگی پر صرف کر رہا ہے جبکہ پاکستان کے دفاعی اخراجات ۱۳۵ ارب روپے تک ہیں اس کے برعکس قومی بینکوں اور مالیاتی اداروں کے ڈیڑھ کھرب روپے سے زائد کے قرضے ساڑھے سات سو سے زائد بڑے بڑے صنعت کاروں، تاجروں، جاگیرداروں اور وڈیروں نے ہضم کر لئے ہیں۔ جن میں بالواسطہ اور بلاواسطہ طور پر کئی وزراء، ممبر پارلیمنٹ اور صوبائی اسمبلیوں کے اراکین بھی شامل ہیں جن کی فہرست سٹیٹ بنک کی طرف سے پچھلے دنوں قومی اسمبلی کو بھی بھجوائی جا چکی ہے۔ اس صورتحال پر عالمی بنک، آئی ایم ایف، سٹیٹ بینک اور دیگر اہم مالیاتی اداروں کے حکام نے گہری تشویش کا اظہار کرتے ہوئے کہا ہے کہ

پاکستان کی معیشت ان وجوہ کی بنا پر "بیمار" سے "بیمار تر" ہوتی جارہی ہے جس کو دور کرنے کیلئے ٹیکسوں کے ریٹ میں کمی، ٹیکسوں کی بنیاد میں توسیع اور صدر سے لیکر وزیراعظم اور ہر سطح پر اخراجات میں کمی ضروری ہے ورنہ آنے والے چند برسوں میں ہی پاکستان میں مہنگائی، غربت، بے روزگاری، اخلاقی اور سماجی جرائم اور دیگر قومی مسائل میں حد درجہ اضافہ ہو جائے گا اور اس وجہ سے پاکستان میں عملاً غیر ملکی سرمایہ کاری آنی بند ہو جائے گی اور پہلے سے موجود صنعتیں اور کاروبار بند ہو جائے گا جس سے حکومت کو اپنے روزمرہ اخراجات کے لئے بیرونی ذرائع سے قرضہ کے حصول میں دشواریاں بڑھ جائیں گی۔ ایک محتاط اندازے کے مطابق اس وقت پاکستان اندرونی اور بیرونی طور پر ۴۳۸۷ ارب روپے سے زائد کا مقروض ہے جس میں ۲۳۵۰ ارب روپے سے زائد کا مقامی قرضہ اور ۲۰۲۸ ارب روپے سے زائد مالیت کا بیرونی قرضہ بھی شامل ہے۔ اقتصادی ماہرین کے مطابق پچھلے دو تین برسوں میں پاکستان کے قرضوں کے بوجھ میں ۹ کھرب روپے سے زائد کا اضافہ ہوا ہے جبکہ فی کس آمدنی جو ۱۹۹۴/۹۵ء میں ۵۰۸ ڈالر تھی وہ ۱۹۹۸-۹۹ء میں کم ہو کر ۴۸۳ ڈالر رہ گئی ہے اور غربت کی شرح جو ۱۹۹۰ء میں ۲۵ فیصد تھی ۱۹۹۹ء میں بڑھ کر ۸۹ فیصد ہو چکی ہے۔ اس طرح پاکستان کی ۹۸ فیصد آبادی مہنگائی اور غربت کی زد میں آچکی ہے۔ ماہرین کے مطابق اس وقت پاکستان کی آبادی ۱۳ کروڑ ۴۵ لاکھ سے زائد ہے جس میں صرف ۳ کروڑ ۸۶ لاکھ افراد برسر روزگار ہیں جبکہ بے روزگاری کی شرح جی ڈی پی کے ۶ء۱ فیصد سے بھی بڑھ چکی ہے۔ اس حساب سے پاکستان میں بے روزگار افراد کی تعداد ۸۲ لاکھ چار ہزار دو سو سے زائد ہو چکی ہے جن میں اکثریت گریجوایٹس اور پروفیشنلز اداروں کے فارغ التحصیل طلباء کی ہے۔"

اس کے بعد اس غربت و افلاس، بیروزگاری اور معاشی زبوں حالی کی اصل وجوہات پر روشنی ڈالی گئی ہے۔ جن کی تفصیل کیلئے مندرجہ بالا اخبار دیکھا جا سکتا ہے۔

ملک عزیز کے اندر افلاس، خستہ حالی اور بنیادی ضروریات سے عام محرومی کا نقشہ معروف دانشور اور کالم نگار صاحبزادہ خورشید احمد گیلانی کے خوب صورت الفاظ میں قابل سماعت ہے۔ وہ لکھتے ہیں :

"۱۹۹۸ء کی ایک رپورٹ کے مطابق ہیومن ڈویلپمنٹ کے اعتبار سے پاکستان ۱۳۸ ویں نمبر پر ہے جبکہ کینیڈا پہلے، فرانس دوسرے ناروے تیسرے، امریکہ چوتھے اور برطانیہ چودھویں نمبر پر ہے۔ چین ۱۰۵ ویں نمبر پر ہے۔ ہیومن ڈویلپمنٹ کا مطلب ہے کہ کوئی معاشرہ صنعتی ترقی، معاشی انصاف، معاشرتی اقدار، انسانی حقوق کے معیار، روزگار کے مواقع اور دیگر بنیادی سہولیات کے لحاظ سے کس مقام پر کھڑا ہے۔ اب یہ کوئی انکشاف نہیں بلکہ

معلوم حقیقت اور معروف مشاہدہ ہے کہ پاکستان کی صنعت اس وقت عالم نزع میں ہے۔ معاشی انصاف کی حالت یہ ہے کہ چالیس فیصد آبادی غربت کی انتہائی حد سے نیچے زندگی بسر کر رہی ہے۔ معاشرتی اقدار سخت بحران کی زد میں ہیں۔ انسانی حقوق کا معیار بہت پست ہے روزگار کے مواقع پر برسوں سے پابندی ہے۔ رہ گئیں دیگر بنیادی سہولیات تو ان کا ذکر دل دکھانے کو کافی ہے۔ ہسپتال بذات خود بیمار ہیں سکول ناکافی' سڑکیں خستہ اور ٹرانسپورٹ علیل ہے۔" (روزنامہ نوائے وقت لاہور مورخہ ۲۵ ستمبر ۹۸ء)

روزنامہ نوائے وقت مورخہ ۲۲ اپریل ۹۹ء کے اداریہ میں ایک خاص واقعہ کے حوالے سے ملکی معاشی صورت حال کا جو فکر انگیز مفصل اور مبنی بر حقیقت تجزیہ کیا گیا ہے وہ بھی قابل مطالعہ ہے۔"

دوسرے اسلامی ممالک کی اقتصادی پسماندگی

اسلامی ممالک میں بعض ملکوں مثلاً سعودی عرب اور کویت وغیرہ کو بلاشبہ امیر ملکوں میں شمار کیا جاسکتا ہے تاہم اسلامی ممالک کی اکثریت مثلاً بنگلہ دیش' افغانستان' سوڈان' صومالیہ وغیرہ میں لوگ بری طرح غربت و افلاس کا شکار ہیں۔ اقوام متحدہ کی جنرل اسمبلی کی ایک رپورٹ کے مطابق دنیا میں ۳۶ ایسے ممالک ہیں جن میں معاشی ترقی کی سطح سب سے کم ہے۔ ان ممالک کو کم سے کم ترقی یافتہ یا غریب ترین ممالک کہا جاتا ہے۔ ان ۳۶ ملکوں میں سے آدھے یعنی ۱۸ ملکوں کا تعلق عالم اسلام سے ہے جن میں بیشتر افریقی ممالک ہیں۔ ان ممالک میں اوسط فی کس قومی آمدنی کوئی ۲۸۰ امریکی ڈالر سالانہ ہے۔ ان ممالک میں کم سے کم فی کس قومی آمدنی ۸۰ ڈالر سالانہ (چاڈ) سے لے کر زیادہ سے زیادہ پانچ سو امریکی ڈالر سالانہ تک ہے۔ ان ممالک کی مجموعی آبادی دنیا بھر کے غریب ممالک کی کل آبادی کا تقریباً دو تہائی (۶۶ فیصد) ہے۔ اسلامی ممالک کی اندازاً ایک تہائی آبادی انہی غریب ترین ملکوں میں آباد ہے۔

(تفصیل کیلئے ملاحظہ ہو مقالہ "اسلامی ممالک کی پسماندگی۔ اسباب و علل" از پروفیسر اوصاف احمد مطبوعہ سہ ماہی بحث و نظر علی گڑھ انڈیا۔ شمارہ اکتوبر تا دسمبر ۱۹۹۳ء۔)

غربت و افلاس کا سبب

خالق کائنات نے انسان کو پیدا کر کے اور اس کی فطرت میں کھانے پینے کے تقاضے رکھ کر اسے یوں ہی اس کے اپنے حال پر نہیں چھوڑ دیا بلکہ اس نے محض لطف و کرم سے اس کے رزق کا بھی ذمہ لیا ہے۔ پھر اس رزق کی فراہمی کیلئے اس نے کمال حکمت اور عجیب و غریب انداز میں زمین میں ایسی صلاحیت اتنی برکت' اتنے وسائل اور اتنے خزانے رکھ دیئے ہیں کہ قیامت تک پیدا ہونے والے دنیا بھر کے

انسان ہی نہیں روئے زمین کے تمام حیوانات سے بھی ختم نہیں ہوں گے۔ صرف اسی پر اکتفا نہیں بلکہ اس رزاق مطلق نے تو سارا نظام کائنات ہی انسان کی اس خدمت پر مامور فرما رکھا ہے۔ چنانچہ شیخ سعدی علیہ الرحمہ نے فرمایا تھا۔

ابرو بادومہ و خورشید در کارند
تاتو نانے بکف آری و بغفلت نہ خوری

مولانا مناظر احسن گیلانی مرحوم کے الفاظ میں تو یہ سارا نظام کائنات ہی "نان بکف آوری کا نظام" ہے۔ البتہ ان لاتعداد وسائل معاش یا وسائل رزق کی منصفانہ تقسیم کا کام خود حضرت انسان کی صوابدید پر چھوڑ دیا گیا ہے۔ تاریخ انسانی کے کسی بھی دور میں یا اس وقت روئے زمین پر اگر کوئی آدمی رزق اور بنیادی ضروریات سے محروم ہے تو اس کا مطلب ہے وافر مقدار میں خداداد وسائل معیشت رزق کی تقسیم کے نظام میں انصاف نہیں ہو رہا۔ عام غربت افلاس کے بہت سے اسباب ہو سکتے ہیں مگر ان میں سب سے بڑا سبب وسائل دولت اور اسباب معیشت کے تقسیم کنندگان وہ ظالم 'لٹیرے' قارون صفت' حریص اور غاصب ہیں جو محروم المعیشت اور کمزور لوگوں کا حق مارے بیٹھے ہیں۔ یہی حرص ولالچ' ناانصافی اور استحصال معیشت کے میدان میں "ام الخبائث" یا "ام الامراض" ہے۔ جو بیشمار خرابیوں کی بنیاد اور جڑ ہے۔ آج سے کوئی چودہ سو سال قبل درس گاہ نبوی اور صحبت نبوی ﷺ کے تعلیم و فیض یافتہ حیدر کرار حضرت علی المرتضے کرم اللہ وجہہ نے اسی چیز کی طرف اشارہ کرتے ہوئے فرمایا تھا :

"بلاشبہ اللہ تعالیٰ نے اہل ثروت پر ان کے مالوں میں اپنے معاشرے کے فقراء و مساکین کی معاشی حاجات کو بدرجہ کفایت پورا کرنا فرض قرار دیا ہے۔ چنانچہ یہ فقیر لوگ اگر بھوکے ننگے یا معاشی تنگی میں مبتلا ہوتے ہیں تو اس لئے کہ اہل ثروت نے ان کے حق یا ان کے حصے کے وسائل رزق کو روک لیا ہے۔ اور اللہ تعالیٰ نے اپنے ذمہ یہ امر لازم ٹھہرا رکھا ہے کہ بروز قیامت وہ ان اہل ثروت کا محاسبہ فرمائے گا اور فقراء کی اس حق تلفی پر انہیں عذاب دے گا" (۱)

کوئی بڑے سے بڑا ماہر اقتصادیات یہ ثابت نہیں کر سکتا کہ آج زمین پر جتنی پیداوار ہے اس سے زیادہ آبادی ہے۔ کیونکہ اللہ کریم نے (جیسا کہ پیچھے تحریر کیا گیا) جس انسان کو پیدا کیا ہے اس کے رزق کا بھی وافر مقدار میں سامان کیا ہے۔ مگر آج انسان کی خواہشات اور ہوس اتنی بڑھ چکی ہے کہ وہ چاہے ایک سیر نہ کھا سکے مگر اپنے پاس ایک من دیکھنا چاہتا ہے۔ یہ آنکھوں کی ہوس کبھی پوری نہیں ہو سکتی۔ اس ہوس کو بفحوائے حدیث نبوی' قبر کی مٹی ہی پورا کرے گی۔ (۲)

مشہور مصری ادیب مصطفےٰ لطفی منفلوطی نے اپنا ایک عجیب اور سبق آموز واقعہ لکھا ہے :

میں اپنے ایک مالدار دوست کو ملنے گیا تو وہ اپنے قیمتی پلنگ پر پڑا پیٹ کے شدید درد میں مبتلا کروٹیں لے رہا تھا۔ میں نے وجہ پوچھی تو اس نے بتایا کہ آج لذیذ کھانا پکا ہوا تھا ضرورت سے زیادہ کھالیا اس لئے شدید درد شکم میں مبتلا ہوں۔ میں جھٹ ڈاکٹر کے پاس گیا اور دوائی لایا جس سے اسے آرام آگیا۔ واپسی پر میں ایک غریب دوست کے گھر گیا تو وہ بھی پیٹ درد میں مبتلا تھا۔ وجہ پوچھی تو اس نے بتایا کہ کئی دن سے بھوکا ہوں اور یہی بھوک پیٹ درد کی وجہ ہے۔ میں جھٹ تندور سے روٹی لایا جسے کھا کر وہ ٹھیک ہو گیا۔ اس کے بعد لکھتے ہیں' کاش میرے مالدار دوست نے اپنی ضرورت سے زیادہ کھانا میرے غریب دوست کو دیا ہوتا تو دونوں کے درد شکم کا علاج ہو جاتا۔

وہ مزید لکھتے ہیں: آسمان بارش برسانے میں بخل نہیں کرتا نہ زمین غلہ اگانے میں بخل کرتی ہے البتہ طاقتور کمزوروں کے پاس یہ چیزیں دیکھ کر جل جاتے ہیں۔ وہ ان چیزوں کے غریبوں تک پہنچنے کی راہ میں رکاوٹ بنتے ہیں جس کے نتیجے میں محتاج اور پریشان حالی کا شکوہ کرنے والوں کا ایک طبقہ وجود میں آجاتا ہے۔ دراصل غریب کا حق دبانے والے یہ سرمایہ دار ہیں نہ کہ زمین و آسمان۔ (۲ الف)

ڈاکٹر محبوب الحق ہیومن ڈویلپمنٹ سینٹر اسلام آباد کی تیار کردہ ۱۹۹۹ء کی دو سو آٹھ صفحات پر مشتمل سالانہ رپورٹ میں جس کا عنوان ہے "جنوبی ایشیاء میں حکمرانی کا بحران" یہ روح فرسا اور کرب انگیز انکشاف کیا گیا ہے کہ اربوں روپے کرپشن اور لوٹ مار کے ذریعے ہر سال جنوبی ایشیاء کے سات ممالک کے غرباء کے منہ سے نوالے چھین کر باہر بھیج دیے جاتے ہیں۔ جن لوگوں کے منہ سے یہ نوالے چھینے جاتے ہیں ان کا اپنا حال یہ ہے کہ ان میں سے ۳۲ فیصد ایسے ہیں جو کہ خط غربت یعنی Poverty Line سے بھی نیچے اور ایک امریکی ڈالر یومیہ سے بھی کم آمدنی پر زندگی کی جدوجہد میں ساری عمر مصروف رہ کر دم توڑ دیتے ہیں۔ صرف پاکستان سے ہر سال ۱۰۰ بلین کرپشن کے ذریعے حاصل کر کے باہر بھیج دیے جاتے ہیں۔ قومی پیداوار کے حوالے سے اگر اس علاقے کی فی کس آمدنی دیکھی جائے تو لوگوں کی حالت اتنی خراب نہیں ہونی چاہیے جتنی کہ فی الحقیقت ہے۔ رپورٹ میں یہ بھی بتایا گیا ہے کہ بہت بڑی بڑی رقوم کی لوٹ اور کرپشن کے ذمہ دار جنوبی ایشیائی ممالک ہیں اکثر حکومتوں کے صدر' وزیراعظم' بڑے بڑے بیوروکریٹ سیاستدان اور ارکان پارلیمنٹ ہیں۔

(روزنامہ نوائے وقت لاہور مورخہ ۳۔اکتوبر ۹۹ء مضمون "معاشی افق" از ایم آفتاب)

وطن عزیز کے معروف کالم نویس منو بھائی نے روزنامہ جنگ لاہور مورخہ ۱۰ر ستمبر ۹۹ء میں اپنے کالم "گریباں" کے اندر لکھا ہے کہ:

"۹ کے پانچ ہندسوں والی تاریخ (۹۔۹۔۱۹۹۹) کو ڈبلیو ڈبلیو ایف (W.W.F) کی طرف سے جاری ہونے والی ایک رپورٹ میں بتایا گیا ہے کہ اس وقت دنیا کی آبادی پانچ ارب تہتر کروڑ سات

لاکھ (5730700000) سے بڑھ چکی ہے۔اس پونے چھ ارب کی انسانی آبادی کیلئے اجناس خوردنی اور گوشت ایک ارب ۳۱ کروڑ ۵۱ لاکھ ٹن کی مقدار میں موجود ہے اور نو کروڑ دس لاکھ ٹن مچھلی بھی دستیاب ہے مگر دنیا کا قدرتی ماحول یعنی زندگی کے لوازمات 'کثرت استعمال' ناجائز استعمال بد نظمی اور بد انتظامی کی وجہ سے نہایت تیزی سے زوال پذیر ہیں۔ چنانچہ آنے والی نسلوں کیلئے بے شمار مشکلات پیدا ہو سکتی ہیں۔۔۔۔۔۔۔۔

گندم اور چاول اہم ترین خوردنی اجناس ہیں ان کی ایک تہائی دودھ اور گوشت فراہم کرنے والے مویشیوں اور جانوروں کی خوراک بنتی ہے اور دو تہائی کے قریب انسانی خوراک کے طور پر استعمال ہوتی ہیں۔اس وقت یہ فصلیں سالانہ دو ارب ٹن کی مقدار میں پیدا کی جارہی ہیں اور اگر پوری دنیا کی آبادی میں برابر کی تقسیم کی جائیں تو ہر انسان کو سالانہ تین سو تیس کلوگرام خوراک فراہم ہو سکتی ہے جو کسی بھی صحت مند انسان کی زندگی برقرار رکھنے کیلئے کافی ہے مگر کیا ایسا کوئی انتظام ہو سکتا ہے ؟

(روزنامہ جنگ لاہور مورخہ ۱۰۔دسمبر ۱۹۹۹ء)

پاکستان کے معروف ادیب اور شاعر احمد ندیم قاسمی نے اپنے کالم (روزنامہ جنگ لاہور مورخہ ۷ ۲دسمبر ۱۹۹۵ء) میں ایک انگریزی اخبار جس کا نام نہیں لکھا گیا' میں شائع ہونے والے مضمون کے حوالے سے یہ روح فرسا انکشاف کیا تھا کہ :

"۳۵ ہزار انسان ہر روز فاقے سے مر جاتے ہیں" پھر یہ لرزہ خیز انکشاف بھی کیا گیا تھا کہ "کرہ ارض کے اسی (۸۰) کروڑ انسانوں کو مناسب مقدار کی خوراک میسر نہیں ہے اور اسی کروڑ کا مطلب یہ ہے کہ کرہ ارض کی آبادی کا ہر ساتواں شخص فاقہ زدہ یا نیم فاقہ زدہ ہے" اس کے بعد زمین سے پیدا ہونے والے وافر مقدار میں اناج کے متعلق لکھتے ہیں کہ "اگر کرہ ارض پر پیدا کیا جانے والا اناج برابر تقسیم کیا جائے تو ہر فرد کے حصے میں ایک کلو اناج کی پیداوار کا اندازہ ایک سو نوے کروڑ ٹن ہے اور یہ اندازہ اقوام متحدہ کے ادارہ خوراک نے لگایا ہے۔اسی طرح اس ادارے کا اندازہ ہے کہ اس سال دس کروڑ ٹن مچھی پکڑی جائے گی جسے اگر مساوی تقسیم کرنے کا بندوبست ہو جائے تو ہر بچے' ہر عورت اور ہر مرد کے حصے میں ہر ہفتے ایک تہائی کلو مچھلی دستیاب ہو سکتی ہے۔اسی طرح پھل' سبزی' گوشت اور دودھ بھی اگر برابر برابر تقسیم ہوں تو ہر فرد کے حصے میں معقول مقدار آئے۔"

مسئلہ کا حل۔ سیرت طیبہ کی روشنی میں

عام غربت وافلاس کا بنیادی سبب خواہ کچھ بھی ہو' چونکہ یہ فطری وطبعی طور پر انسان کا واقعی اور ناگزیر مسئلہ ہے اس لئے اسے جس طرح ہر زماں اور ہر مکاں میں بڑی اہمیت حاصل رہی ہے اسی طرح

آج بھی یہ پوری دنیا کا اہم ترین مسئلہ ہے۔ اس مسئلہ کے حل کیلئے دانشوروں' مفکرین اور اہل حل وعقد نے اپنے انسانی عقل وفہم کے مطابق کئی معاشی اور اقتصادی نظام وضع کر کے تجربات کیے ہیں مگر محدود اور طبعی طور پر خود غرضی کا شکار انسانی ذہن اب تک دنیا کے اس ناگزیر اور اہم ترین مسئلے کا معقول قابل قبول منصفانہ اور کامیاب حل پیش نہیں کر سکا۔ ان ایجاد بندہ اقتصادی نظاموں کا تجزیہ اس وقت ممکن نہیں البتہ اتنی بات اظہر من الشمس ہے کہ ان نظامہائے معیشت نے دنیا کے اس لازمی مسئلے کو حل کرنے کی بجائے الٹا اسے الجھایا اور غربت وافلاس کے مارے لوگوں کے دکھوں میں مزید اضافہ کیا ہے۔ جس کا نتیجہ یہ نکلا ہے کہ ع مرض بڑھتا گیا جوں جوں دوا کی"

انسان کے اس لابدی مسئلے کے حل کیلئے ایک نظام اس رحمٰن ورحیم وکریم رب کائنات نے بھی دیا ہے جو ایک تو انسان کا خالق مالک اور رزاق ہے دوسرے ہر قسم کے نقص عیب اور خود غرضی سے منزہ ہے۔ جس کے نفاذ کیلئے اس نے اپنے اس محبوب اور خاتم النبین نبی محتشم ﷺ کو مبعوث فرمایا جسے رحمۃ للعالمین' رؤف رحیم اور کریم کے القاب سے نوازا' جن کے قلب اطہر میں انسانیت کا درد کوٹ کوٹ کر بھر دیا گیا اور جنہیں مؤمنین کا ان کی اپنی ذاتوں سے بھی زیادہ خیر خواہ بنایا گیا۔

یا رب تو کریمی ورسول تو کریم
صد شکر کہ ہستیم میانِ دو کریم

اس نبی رحمت کی تعلیمات وہدایات اور اسوہ حسنہ معاشی خوشحالی کی ضمانت مہیا کرتا ہے۔

تھوڑی دیر کیلئے دینی وایمانی تقاضے سے ہٹ کر اگر خالصتاً دنیوی اور مادی نقطہ نگاہ سے بھی دیکھا جائے اور تاریخ اسلامی پر نظر ڈالی جائے تو واقعات وشواہد یہی بتاتے ہیں کہ دنیا میں ظلم وناانصافی' اقتصادی ترقی ومعاشی خوشحالی کی بجائے عام بھوک افلاس اور تنگدستی' خود ساختہ استحصالی اور غیر منصفانہ قانون' غیر فطری حد تک معاشی ومعاشرتی تفاوت وعدم توازن جیسی بنیادی اور ننگ انسانیت خرابیوں کو ختم کرنے اور دنیا میں ہمہ جہتی خیر وبھلائی' دنیوی واخروی سعادتوں اور فوز وفلاح کے حصول کیلئے بھی بھی سیرت طیبہ اسوہ حسنہ اور تعلیمات وہدایات نبوی ﷺ کی پیروی ضروری ہے جس کی طرف شاعر مشرق علامہ محمد اقبالؒ نے یوں توجہ دلائی تھی ۔

مقام خویش اگر خواہی دریں دیر
بحق دلبند و راہ مصطفےٰ رو

انسانی تاریخ اس امر پر گواہ ہے کہ انسانی معاشرے میں معاشی ومعاشرتی عدل وانصاف اور استحکام رب کریم کے پسندیدہ یا مقرر کردہ دین (۳) (نظام زندگی) کے کلی اور ہمہ جہتی نفاذ کے بغیر ممکن نہیں ہے (۴) جسے اس نے اپنے برگزیدہ اور منتخب نفوس قدسیہ انبیاء علیھم السلام کی معرفت انسانیت کی

دنیوی واخروی فلاح کیلئے عنایت فرمایا(۵)اور جس کی تکمیل اس نے اپنے آخری پیغمبر رحمت دوعالم حضرت محمد مصطفٰے علیہ التحیۃ والثناء کے ذریعے فرمادی (۶) قرآن مجید کی رو سے معاشی خوشحالی 'اقتصادی ترقی اور دنیوی ومادی برکات کے حصول کیلئے خلق خدا کے حقیقی خیر خواہ طبقہ انبیا علیھم السلام کی تعلیمات کی پیروی ضروری ہے(۷) پھر یہ بھی عقلاً ضروری ہے کہ مطلوبہ نتائج کے حصول کیلئے اس کے واسطے متعین راستوں کو اپنایا جائے۔

ترجوالنجاۃ ولم تسلک مسالکھا۔ ان السفینۃ لا تجری علی الیبس

ورنہ "ترسم کایں راہ میروی بکعبہ نرسد اے اعرابی" والی بات ہوگی۔

ہمارا اس بات پر پختہ ایمان اور یقین ہے کہ انسان جب تک اللہ کریم کے آخرالزمان اور رحمۃ للعالمین نبی ﷺ کے آستانہ پر نہیں جھکے گا دنیا میں طرح طرح کے مصائب وآلام اور مسائل کا شکار رہے گا۔ وہ زندگی میں امن وسکون معاشی خوشحالی ومعاشرتی عدل وانصاف کبھی نہیں پاسکے گا۔ دنیا اس سراج منیر سے جب تک روشنی حاصل نہیں کرے گی مختلف قسم کی تاریکیوں میں ٹامک ٹوئیاں مارتی رہے گی اور جب تک تعلیمات وہدایات نبوی پر عمل پیرا نہیں ہوگی ہمہ جہتی فوز وفلاح کی مبارک منزل سے دور رہے گی۔ تو اب آیئے اس سراج منیر کی ضیا پاشیوں انوار محمدی اور اسوہ رسول ﷺ کی روشنی میں ساری دنیا خصوصاً پاکستان کو درپیش غربت وافلاس کے گھمبیر مسئلے کا حل تلاش کرتے ہیں۔ حقیقت یہ ہے کہ اس سلسلے میں تعلیمات وہدایات محمدیہ میں کسی ایک پر بھی خلوص نیت سے عمل کیا جائے تو کوئی وجہ نہیں کہ یہ مسئلہ حل نہ ہو۔

محنت وروزگار کا فروغ

حضرات گرامی! آپ کو بخوبی معلوم ہے کہ دولت پیدا کرنے کا ایک اہم 'اولین' بنیادی اور کلیدی ذریعہ یا عامل انسان کی ذاتی محنت بھی ہے جس کے بغیر بہت سے خام حالت میں خزائن الٰہی قابل منفعت نہیں بن سکتے۔ ہمارے معاشرے میں عام غربت وافلاس تنگ حالی اور آمدنی وپیداوار میں کمی کا ایک سبب اس ذریعہ دولت (محنت) سے جی چرانا ہے۔ یہ محنت سے جی چرانا کچھ تو ذاتی سستی کاہلی اور لاپرواہی کے باعث ہوتا ہے مگر زیادہ تر اس کا باعث محنت ذریعہ معاش کے طور پر کوئی پیشہ اختیار کرنے اور ہاتھ سے کام کرنے کو حقیر ومعیوب سمجھنا ہے اور یہ سوچ شاید ہندوآنہ تہذیب ومعاشرت کے ساتھ زیادہ دیر قرب کی وجہ سے پیدا ہوئی جبکہ یہ دونوں باتیں عقلاً ونقلاً انسان کیلئے نقصان دہ ہیں۔ مقام غور ہے کہ اگر خالق کائنات نے انسان کے ساتھ ایک چھوٹا پیٹ لگایا ہے تو اس نے اس ٹ کو بھرنے کیلئے دو ہاتھ دو پاؤں جسمانی قوت سوجھ بوجھ اور دوسری مخلوق کے برعکس اسے عقلی ودماغی صلاحیتیں بھی عطا فرمائی ہیں

جنہیں کام میں لا کر زمین میں پھیلے ہوئے بے شمار رزق الٰہی کو بآسانی تلاش کیا جا سکتا ہے۔ غالباً اسی لئے ارشاد الٰہی ہوا:

هوالذی جعل لکم الارض ذلولاً فامشوافی مناکبها وکلوا من رزقه (۸)
(وہ خالق وہی ہے جس نے زمین کو تمہارے لئے مسخر کر دیا۔ سو تم اس کے راستوں میں چلو پھرو اور اس کے عطا کردہ رزق میں سے کھاؤ۔)

محنت کے حوالے سے جب ہم سیرت نبوی ﷺ کا مطالعہ کرتے ہیں تو ہم دیکھتے ہیں کہ محنت ومزدوری کو جو عزت جو حوصلہ افزائی اور قابل رشک حد تک جو مرتبہ ومقام آپ ﷺ نے بخشا اس کا وجود روئے زمین پر نہ آپ کی تشریف آوری سے قبل تھا نہ آج کی متمدن ومہذب اور بزعم خویش حقوق انسانی کی علمبردار دنیا میں پایا جاتا ہے۔ محنت ومزدوری اور ہاتھ سے کما کر کھانے کو آپ کس قدر ومنزلت سے دیکھتے تھے اور اس کی دنیوی واخروی برکات ودرجات کیا ہیں اس کیلئے اکثر کتب حدیث میں موجود باب "باب طلب کسب الحلال" کا مطالعہ کافی ہے۔ آپ ﷺ نے بچپن میں مکہ مکرمہ کے مقام جیاد پر خود بکریاں چرا کر چرواہوں کو عزت بخشی اور بعد میں نہ صرف اس کا فخریہ اظہار فرمایا بلکہ ذہنی اصلاح کیلئے امت کو یہ بھی بتایا کہ بکریاں چرانا کوئی معیوب اور حقیر پیشہ نہیں بلکہ یہ وہ معزز پیشہ ہے جسے ہر نبی محتشم نے اختیار فرمایا۔ (۹) ہاتھ سے کما کر کھانے کی ترغیب دیتے ہوئے نبی پاک ﷺ نے فرمایا:

"ہاتھ سے کما کر کھانے سے بہتر کوئی کھانا نہیں ہو سکتا اور (یہی وجہ ہے کہ) اللہ کے نبی حضرت داؤدؑ (بادشاہ ہونے کے باوجود) ہاتھ سے کما کر کھاتے تھے۔) (۱۰)

ایک موقعہ پر ارشاد فرمایا:

تم میں سے کسی ایک کا اپنی پیٹھ پر لکڑیوں کا گٹھا اٹھانا یعنی لکڑیاں بیچ کر کمانا اس بات سے کہیں بہتر ہے کہ وہ لوگوں کے سامنے دست سوال دراز کرے۔ پھر اسے کوئی دے یا نہ دے (۱۱)

محنت کیلئے نبی اکرم ﷺ کی اسی قسم کی بے شمار تعلیمات وترغیبات کو دیکھتے ہوئے مولانا الطاف حسین حالی نے یوں خراج عقیدت پیش کیا تھا:

غریبوں کو محنت کی رغبت دلائی   کہ بازو سے اپنے کرو تم کمائی
خبر تاکہ لو اس سے اپنی پرائی   نہ کرنا پڑے تم کو در در گدائی

محنت کی نقد دنیوی برکات تو ہیں ہی جس سے کسی کو انکار نہیں۔ نبی اکرم ﷺ نے تو اس کا بہت سا اخروی ثواب بھی بتایا ہے۔ یوں شریعت محمدیہ میں محنت "ہم خرما و ہم ثواب" کا درجہ رکھتی ہے۔ چنانچہ یہی وجہ ہے کہ اسلامی تاریخ میں متعدد ایسے ائمہ فقہاء کرام مفسرین محدثین کے نام ملتے ہیں جو اپنے اپنے آباؤ اجداد کی بنسبت اپنے معمولی پیشوں کے حوالے سے زیادہ معروف ہیں۔ مثلاً امام

غزالی' امام جصاص' امام بزاز' امام قدوری وغیرہ۔ نبی اکرم ﷺ نے خود بھی جیساکہ اوپر گزرا' محنت مزدوری کو کبھی عار نہ سمجھا تعلیم امت کیلئے ہاتھ سے کما کر کھانے والوں کی عزت افزائی بھی فرمائی۔ اس سے بڑھ کر محنت مزدوری کی حوصلہ و عزت افزائی کیا ہو سکتی ہے کہ آپ ﷺ نے ایک مزدور صحابی کے ہاتھوں کو اپنے لب ہائے مبارک سے بوسہ دیا اور فرمایا:

"یہ وہ ہتھیلیاں ہیں جنہیں اللہ محبوب رکھتا ہے"(۱۲)

ایک روایت میں ہے کہ آپ نے فرمایا: یہ وہ ہاتھ ہے جسے آگ نہیں چھوئے گی۔(۱۳)

پاک نبی ﷺ پر نازل ہونے والی پاک کتاب نے ہمیں یہ ترغیب بھی دی ہے کہ اگر کسی جگہ بوجوہ محنت و روزگار کے حصول کے مناسب اور معقول مواقع نہ ہوں تو اللہ کی وسیع زمین میں کسی دوسری جگہ ہجرت کر جاؤ اللہ کریم تمہیں وہاں خوشحالی اور وسعت عطا فرمائیں گے۔(۱۴)

سیرت طیبہ علی صاحبھا الصلوٰۃ والسلام سے ہر مؤمن کو یہ سبق ملتا ہے کہ وہ قوت بازو اور اپنی خداداد جسمانی و دماغی صلاحیتوں کو بروئے کار لا کر زمین پر پھیلے ہوئے رزق الٰہی میں سے اپنی پسند کے مطابق شرعاً جائز ذرائع سے اپنی اور اپنے بال بچوں کی معاش کا اہتمام کرے۔ اس سلسلے میں وہ آزاد ہوگا اس راہ میں پیش آنے والی ہر رکاوٹ کو نہ صرف دور کیا جائے گا بلکہ اسلامی ریاست خواس کیلئے روزگار کے مواقع مہیا کرے گی۔ جیساکہ خود نبی کریم ﷺ نے ایک بے روزگار نوجوان صحابی کی وقتی طور پر مدد کرنے کی بجائے اس کا کمبل اور پیالہ بولی میں دو درہم کا فروخت کیا۔ ایک درہم سے اس کے اہل خانہ کیلئے کھانے پینے کا سامان اور دوسرے سے کلہاڑی خرید کر اور خود دست نبوت سے اس میں دستہ لگا کر اسے لکڑیاں کاٹنے اور بازار میں بیچنے کے کاروبار پر لگا دیا۔(۱۵)

ایثار و انفاق اور مؤاسات کی تلقین

کسی بھی انسانی معاشرے میں لوگوں کے درمیان معاشی تفاوت کا پایا جانا یعنی بعض کا صاحبِ ثروت و دولت اور امیر و غنی ہونا بعض کا ضرورت مند اور غریب و مفلس ہونا ایک فطری امر ہے اور اس میں بجوائے قرآن مجید کئی تکوینی مصلحتیں پوشیدہ ہیں(۱۶) مگر ہم خالق کائنات کے تکوینی نظام کی بجائے اس کے آخری رسول ﷺ کے عطا کردہ تشریعی نظام کے مکلّف ہیں۔ چنانچہ شریعت محمدیہ جو دین فطرت ہے درجات' معیشت میں سوشلزم کی طرح غیر فطری مساوات کی تو قائل نہیں البتہ اس نے "حق معیشت" میں بغیر کسی تفریق کے جملہ انسانوں کو برابر قرار دیا ہے۔ اس کیلئے اس نے بالعموم خوشدلانہ' رضاکارانہ اور برادرانہ مؤاسات یعنی باہمی ہمدردی و غمخواری کی تعلیمات جذبات سے کام لیا ہے۔ اس لئے غربت و افلاس کا مسئلہ زیادہ تر تو شریعت محمدیہ کی انہی بے نظیر و بے مثال اور مؤثر تعلیمات

سے حل ہو جاتا ہے باقی کسر قانون کی مدد سے نکال لی جاتی ہے۔ سیرت نبوی میں اس کی سب سے بڑی مثال سرکار دو عالم ﷺ کا وہ معاہدہ مؤاخاۃ ہے جو آپ ﷺ نے اجڑے پجڑے مہاجرین مکہ اور انصار مدینہ کے درمیان قائم فرمایا تھا۔ جس کی مدد سے آنجناب ﷺ نے مہاجرین کی رہائش خوراک اور کاروبار کا مسئلہ فوری طور پر اتنی آسانی سے حل فرمایا کہ دنیا آج تک انگشت بدنداں ہے۔ اسلام اولاً اپنی اخلاقی تعلیمات کے ذریعے امارت و غربت کے طبقاتی احساس کو مٹا کر اخوت و بھائی چارے ہمدردی و غمخواری کا ماحول پیدا کرتا ہے۔ اسلام ایسے انسانی معاشرے کا خواہاں ہے جس میں معذور و ذی استطاعت اور غرباء و امراء میں باہمی تکافل و تعاون ہمدردی کی ایسی فضا قائم رہے کہ جس میں کسی غریب تنگدست کو اپنی غربت و افلاس کا احساس ہی نہ ہونے پائے اور اس طرح پورا معاشرہ ایک خاندان کے چھوٹے بڑے افراد کی مانند جن میں بعض تھوڑا اور بعض زیادہ کمانے والے ہوتے ہیں بعض بوجوہ کمانے سے بالکل معذور ہوتے ہیں' باہم مل جل کر پیار و محبت اور اطمینان و سکون سے زندگی گزارے۔ یہ بات عدل و انصاف اور اسلام کے مزاج کے خلاف ہے کہ کچھ لوگ تو ضروری خورد و نواش لباس تعلیم علاج معالجہ کی بنیادی ضروریات سے بھی محروم ہوں اور ساتھ ہی ایک طبقہ عیش و عشرت فضول خرچیوں اور اپنے اللوں تللوں سے ان غربت کے مارے لوگوں کے زخموں پر مزید نمک چھڑکے۔ ایک اسلامی معاشرے میں اس امر کی قطعاً گنجائش جواز نہیں کہ صورت حال کچھ یوں ہو کہ ؎

ہے ادھر بھی آدمی' ہے ادھر بھی آدمی　　　اس کے جوتے پر چمک اس کے چہرے پر نہیں

اس لئے قرآن مجید میں مکی دور کے اندر ہی غرباء و مساکین اور محروم المعیشت لوگوں کی معاشی حالت کو بہتر بنانے اور انہیں معاشی فکر سے مطمئن کرنے کیلئے دفعات یعنی احکامات اور ہدایات اترنا شروع ہو گئیں۔ قانون نافذ کرنے سے قبل ترغیبی اور تشویقی انداز میں صاحبِ حیثیت حضرات کو دلنشین انداز میں ایثار و انفاق کی تلقین کی گئی۔ انہیں ذہنی و قلبی طور پر غرباء کی رضاکارانہ مالی امداد و تعاون پر ابھارا گیا۔ کیونکہ جب تک کسی معاشرے میں ذہنی اور دل کی تبدیلی نہیں آجاتی اس وقت تک اس میں کوئی تبدیلی رونما اور انقلاب بپا کرنا آسان نہیں ہوتا۔ دلوں کی تبدیلی کا مطلب یہ ہے کہ دل و دماغ پر اس ذمہ داری کا احساس چھایا ہوا ہو جو رب العالمین کا نائب اور سارے جہانوں کے پالنے والے کا خلیفۃ اللہ فی الارض ہونے کی حیثیت سے ہم پر لازم ہے۔ پروردگار عالم کا خلیفہ اور اشرف المخلوقات ہونے کا تقاضا یہ ہے کہ ہمارا یہ احساس ذمہ داری ایسا بیدار ہو کہ ایک حدیث نبوی کے مطابق ہم ہر غریب و مفلس کی غربت و افلاس کی ٹیس اور چبھن اس طرح محسوس کریں جس طرح ایک عضو بدن میں تکلیف سے سارا جسم تکلیف محسوس کرتا ہے۔ (۱۷) جب ہم کسی غریب و مفلس کو دیکھیں تو ہمارا خواب و خور حرام ہو جائے۔

حضرت جریرؓ سے مروی مسلم شریف کی یہ روایت یقیناً آپ کی نظروں سے گزری ہوگی کہ قبیلہ مضر کے کچھ لوگ جب ننگے پاؤں ننگے جسم اور پھٹے پرانے کپڑوں میں ملبوس نبی رحمت ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوئے تو "فتمعروجه رسول ﷺ" یعنی ان کی یہ خستہ حالی دیکھ کر آپ کا چہرہ انور متغیر ہو گیا اور آنجناب ﷺ کو اس وقت تک چین نہیں آیا اور اس قوت تک آپ کے چہرہ انور پر بشاشت کے آثار نمودار نہیں ہوئے جب تک کہ ان کی اس تنگ حالی کا ضروری سامان نہیں ہو گیا۔(۱۸)

جب کچھ لوگ محتاج اور ضرورت مند ہوں تو اس وقت اپنی ضرورت سے زائد مال دے دینے کی نبی اکرم ﷺ نے صرف ترغیب ہی نہیں دی بلکہ حکم فرمایا ہے۔ مسلم شریف میں حضرت ابو سعید خدریؓ بیان کرتے ہیں کہ :

"ایک دفعہ ہم نبی اکرم ﷺ کے ساتھ ایک سفر میں تھے۔ ایک جگہ ایک آدمی اپنی سواری پر سوار آپ ﷺ کے پاس آیا اور (سوال بھری نگاہوں سے) دائیں بائیں دیکھنے لگا۔ نبی اکرم ﷺ نے اس کی اس احتیاجی کو دیکھا تو صحابہ کرام سے فرمایا: جس آدمی کے پاس فاضل سواری ہو وہ سواری اس آدمی کو لوٹا دے جس کے پاس سواری نہیں اور جس کے پاس فاضل زاد راہ ہے وہ اس بھائی کو دے دے جس کے پاس زادہ راہ نہیں۔ راوی کہتا ہے کہ آپ نے مختلف قسم کے اموال کا ذکر اسی طرح کیا یہاں تک کہ ہم نے خیال کیا ہم میں سے کسی کو بھی اپنے فاضل مال میں کوئی حق نہیں"(۱۹)

امام غزالیؒ کی "الاسلام والمناہج الاشتراکیہ" کے حوالے سے معروف محقق اور ماہر معاشیات ڈاکٹر نجات اللہ صدیقی نے یہ روایت لکھی ہے :

"حضرت جابر بن عبداللہ سے روایت ہے کہ نبی اکرم ﷺ نے فرمایا اے مہاجرین وانصار کی جماعت! تمہارے بعض بھائی ایسے ہیں جن کے پاس نہ کوئی مال ہے اور نہ ان کا کوئی قبیلہ ہے (کہ ان کی نگہداشت کرے) لہذا تمہیں چاہیے کہ ایک آدمی ان میں سے دو تین آدمیوں کو اپنے ساتھ (کھانے پینے اور کاروبار وغیرہ میں) شریک کرے۔ حضرت جابر کہتے ہیں کہ میں نے اپنے ساتھ دو یا تین آدمیوں کو ملا لیا حالانکہ میرے پاس بھی دوسرے لوگوں کی طرح صرف اونٹوں کا ایک گلہ تھا"(۲۰)

حضرت عبدالرحمٰن بن ابی بکر الصدیقؓ بیان کرتے ہیں کہ :

"اصحاب صفہ فقیر لوگ تھے ان کے کھانے پینے کا انتظام کرتے ہوئے نبی اکرم ﷺ نے صحابہ کرام سے فرمایا۔ جس آدمی کے پاس دو آدمیوں کا کھانا موجود ہو وہ (اصحاب صفہ میں سے) تیسرے آدمی کو لے جائے اور جس کے پاس چار آدمیوں کا کھانا ہو وہ پانچویں یا چھٹے آدمی کو لے جائے۔"(۲۱)

یہی حضور اکرم ﷺ کی حسین تعلیمات تھیں جنھوں نے امراء واغنیاء کے دل میں غریب کی محبت، احساس ہمدردی خیر خواہی غمگساری ایثار وقربانی اور اخوت کے جذبات پیدا کئے۔ ترمذی

میں ہے :

"یؤثرون ذالحاجة ویحفظون الغریب" (۲۲)

(وہ صحابہ حاجت مند کو اپنے اوپر ترجیح دیتے اور غریب (کے حقوق) کی حفاظت کرتے ہیں۔)

دوسری طرف غریبوں کے دلوں میں اپنے امیر بھائیوں کے لئے نفرت و عداوت کی جگہ محبت' عزت و تکریم اور مرتبہ شناسی کے لطیف جذبات پیدا ہوئے۔ اور یوں ایسا ماحول پیدا ہوا کہ امراء و غرباء کے درمیان نفرت کی ساری دیواریں ڈھے گئیں۔ امارت و غربت کے سارے فاصلے مٹ گئے۔ معاشی و معاشرتی تفاوت کی دوریاں ختم ہو گئیں۔ امیر و غریب کی بنیاد پر طبقاتی تفریق و تقسیم "نسیا منسیا" ہو گئی۔ دنیا کے خود ساختہ درجات اور مراتب کا خاتمہ ہو گیا۔ چھوٹے بڑے 'امیر غریب' قریشی غیر قریشی' عربی عجمی' حبشی رومی' گورے کالے اور آقا و غلام کے امتیازات ختم ہو گئے اور سب بھائی بھائی 'ایک دوسرے کے ہمدرد' خیر خواہ' بہی خواہ' اور جاں نثار بن گئے۔ امراء اور غرباء میں تعاون و تکافل اور بھائی چارے کی ایسی پر سکون' پر لطف اور محبت بھری فضا پیدا ہو گئی کہ چشم فلک نے اس کا نظارہ نہ اس سے پہلے کیا تھا اور نہ آج تک کر سکی ہے۔ (رضوان اللہ علیہم اجمعین)

مولانا الطاف حسین حالی مرحوم نے اپنے مخصوص انداز میں مدینہ منورہ کے باہمی ہمدردی' باہمی خیر خواہی اور اخوت و مساوات پر مبنی معاشرے کا جو نقشہ کھینچا ہے۔ وہ بھی قابل سماعت ہے' فرماتے ہیں :

سب اسلام کے حکم بردار بندے سب اسلامیوں کے مددگار بندے
خدا اور نبی کے وفادار بندے یتیموں کے رانڈوں کے غمخوار بندے

الغرض ایثار و انفاق اور مؤاسات کی اسلامی تعلیمات اور مؤثر و منظم و مخلصانہ ترغیب کو کام میں لا کر اس وقت بھی غربت و فلاس کا مسئلہ بڑی حد تک حل کیا جا سکتا ہے۔

محترم سامعین ! آپ کو یاد ہو گا سابق وزیر اعظم پاکستان محمد نواز شریف نے اقتدار سنبھالنے کے ابتدائی ایام میں جب "قرض اتارو ملک سنوارو" کی مہم شروع کی تھی تو پاکستانی مرد و خواتین حتی کہ بچوں کے اندر کا مسلمان کس طرح جاگ اٹھا تھا اور کس طرح انہوں نے قرون اولی کی یادیں تازہ کر دی تھیں۔

اقبال ناامید نہیں ہے اپنی کشت ویراں سے
ذرا نم ہو تو یہ مٹی بہت زرخیز ہے ساقی

غربت وافلاس کے خاتمہ کیلئے قانونی دفعات

غربت وافلاس کے خاتمہ کیلئے شریعت محمدیہ علی صاحبہا الصلوٰۃ والسلام نے انسان کے طبعی بخل کے پیش نظر ایثار وانفاق کی صرف اخلاقی اور ترغیبی قسم کی ہدایات پر انحصار کر کے غرباء ومساکین کو دولتمندوں کے رحم وکرم پر نہیں چھوڑ دیا۔ بلکہ اس نے اس کیلئے کچھ قانونی اور لازمی دفعات بھی رکھی ہیں۔ مثلاً قانون زکوٰۃ قانون نفقہ قانون میراث، کفارات، خراج، جزیہ وغیرہ جن کی تفصیلات اور جزئیات حدیث وفقہ کی کتابوں میں دیکھی جاسکتی ہیں۔

نظام زکواۃ کا نفاذ : ان قانونی دفعات میں صرف زکوٰۃ ہی ایک ایسی ایمانی دفعہ اور بابرکت ذریعہ ہے کہ اگر آج بھی پوری دیانتداری سے وصول وتقسیم کی جائے تو معاشرے سے غربت وافلاس کا خاتمہ کیا جاسکتا ہے۔ حدیث نبوی کی رو سے اس کا بڑا مقصد ہی یہ ہے کہ ایک علاقے کے مالداروں سے لے کر فقراء ومساکین میں تقسیم کر دی جائے۔ (۲۳) اس کے برعکس جو ٹیکس موجودہ دور کی نام نہاد جمہوری حکومتوں میں لگائے جاتے ہیں وہ زکوٰۃ کی عین ضد ہیں۔ یہ ٹیکس زیادہ تر متوسط طبقہ اور غرباء سے وصول کیے جاتے اور اغنیاء وامراء کی طرف لوٹا دیے جاتے ہیں۔ یہ دولت جو کسانوں کے گاڑھے پسینے کی کمائی اور مزدوروں کاریگروں تاجروں ملازمین اور صنعت پیشہ لوگوں سے مختلف ٹیکسوں کے نام پر وصول کی جاتی ہے۔ بڑی سخاوت بلکہ "مالِ مفت دلِ بے رحم" کے عین مصداق بڑی بیدردی اور بے رحمی کے ساتھ صدر مملکت، وزیر اعظم وزراء ومشیران کرام، عوامی نمائندوں بیوروکریٹس اور افسران بالا کے اللوں تللوں فضول خرچیوں، نام نمود۔ پر تکلیف سرکاری ضیافتوں، حکومتی وسیاسی پروپیگنڈا، پروٹوکول، شاہانہ طرز کے دفاتر اور فرنیچر وغیرہ پر خرچ کر دی جاتی ہے جبکہ اسلام میں زکوٰۃ کا مصرف کسی حکومت کی صوابدید پر نہیں بلکہ قرآن مجید میں ان مصارف کا تعین کر دیا گیا ہے جن سے باہر زکوٰۃ صرف نہیں ہو گی۔ ان مصارف پر ایک نظر ڈالنے سے یہی بات واضح ہو جاتی ہے کہ معاشی واقتصادی سطح پر زکوٰۃ کا ادارہ معاشرہ میں معاشی عدل وانصاف اور غربت وافلاس کو دور کرنے کا ایک بہت بڑا ذریعہ ہے۔ عہد نبوی، عہد خلفاء راشدین اور بعد کے کئی ادوار میں اس ذریعہ کو استعمال میں لا کر اسلامی ریاست کے ہر فرد کو یہ باور کرایا گیا کہ وہ دنیا میں لاوارث نہیں۔ رسول مقبول ﷺ نے اعلان فرمایا تھا:

"انا ولی من لا ولی لہ" (۲۴) (میں ہر اس شخص کا والی ہوں جس کا دنیا میں کوئی والی نہیں۔)

ایک حدیث میں فرمایا:

"جو آدمی بھی مال چھوڑ کر مرے گا اس کے وارث اس کے عصبہ ہوں گے خواہ جو بھی ہوں، اور اگر وہ اپنے ذمہ دین چھوڑ کر مرا یا بچے چھوڑ کر مرا تو وہ دین اور یتیم بچے مرے

ذمہ۔ میں ان کا والی ہوں"۔(۲۵)

قانون نفقہ کا اجراء: زکوۃ کے بعد اہم قانونی دفعہ قانون نفقہ ہے۔ تفصیلات کتب فقہ میں موجود "کتاب النفقہ" کے اندر دیکھی جاسکتی ہیں۔ غربت وافلاس کے خاتمہ کیلئے یہ وہ منفرد قانون ہے جو صرف اسلام ہی کا حصہ ہے۔ اسلام نے دولتمند رشتہ دار پر اپنے قریبی اور غریب ونادار رشتہ داروں کا نان نفقہ واجب قرار دے کر معاشی ومعاشرتی تحفظ کی بنیاد رکھی ہے۔ ڈاکٹر یوسف القرضاوی نے "مشکلات الفقر وکیف عالجھا الاسلام" میں لکھا ہے:

"فقہ اسلامی میں کتاب النفقات کے تحت رشتہ دار پر خرچ کرنے کے باب میں جو احکام دیئے گئے ہیں میرا خیال ہے کہ ایسے احکام نہ پرانی شریعتوں میں کہیں ملیں گے اور نہ آج کے جدید قوانین میں اس کا خیال تک پایا جاتا ہے'(۲۶)

پھر آگے چل کر انہوں نے اپنے ایک استاذ محترم ڈاکٹر محمد موسی کی زبانی ان کا ایک چشم دید اور عجیب واقعہ لکھا ہے جو سننے کے لائق ہے' فرماتے ہیں:

"شاید یہ بہتر ہو اگر میں یہاں ذکر کردوں کہ میں قیام فرانس کے دوران جس گھر میں کچھ عرصہ رہا ہوں ایک نوجوان لڑکی بحیثیت خادمہ کے رہا کرتی تھی جس کے چہرے سے خاندانی شرافت کے آثار نمایاں تھے۔ میں نے گھر کی مالکہ سے پوچھا کہ یہ لڑکی کیوں خادمہ بنی ہوئی ہے؟ کیا اس کا کوئی قریبی رشتہ دار نہیں جو اس سے یہ کام چھڑوادے اور اس کے لئے زندگی کی آسائشیں فراہم کردے؟ اس نے جواب دیا کہ یہ لڑکی شہر کے ایک اچھے گھرانے سے تعلق رکھتی ہے اس کا ایک چچا ہے جو بڑا مالدار ہے۔ مگر وہ اس کی طرف کوئی توجہ نہیں دیتا۔ میں نے اس سے پوچھا کہ وہ اپنے معاملے کو عدالت میں کیوں نہیں لے جاتی کہ وہ اسے چچا سے نان نفقہ دلوائے؟ میری بات سے وہ صاحبہ حیران رہ گئیں اور انہوں نے مجھے بتایا کہ ہمارے ہاں ایسا کوئی قانون نہیں ہے جس کے تحت یہ لڑکی اپنے چچا سے ایسا کوئی مطالبہ کرسکے" تب میں نے انہیں اس سلسلے میں اسلام کا حکم سمجھایا۔ وہ کہنے لگیں "کون ہے جو ہمارے لئے ایسا قانون بنائے؟ اگر ہمارے یہاں یہ قانونی لحاظ سے جائز ہو تو کوئی لڑکی یا عورت ایسی نہ ملے جو کسی کمپنی کارخانے یا فیکٹری یا حکومت کے کسی محکمے میں کام کرنے کیلئے گھر سے نکلے۔"(۲۷)

المختصر صاحب حیثیت آدمی پر اس کے غریب والدین' بیوی' چھوٹی اور نادار اولاد' ضرورت مند بہن بھائی اور دوسرے مستحق قریبی رشتہ داروں کا نان ونفقہ واجب ہے۔ اس لئے حکومت جس طرح ہنگامی بنیادوں پر مردم شماری اور ووٹر لسٹیں بنانے کا اہتمام کرتی ہے اسی طرح حکومتی ذرائع کو کام میں لاکر ملک میں واقعی غرباء ومساکین اور ان کے قریبی صاحب ثروت رشتہ داروں کا سراغ لگایا

جاسکتا ہے۔ یہ صاحبِ حیثیت وثروت اگر رضا کارانہ اور صلہ رحمی کے طور پر اپنے غریب اور قریبی رشتہ داروں کی کفالت کی ذمہ داری قبول کرنے پر تیار نہ ہوں تو قانوناً انہیں ایسا کرنے پر مجبور کیا جائے۔ قانون نفقہ کے باقاعدہ نفاذ سے بھی غربت وافلاس پر کافی حد تک قابو پایا جاسکتا ہے۔

اسی طرح عشر صدقہ فطر وکفارات کی لازمی ادائیگی' خراج جزیہ' مال غنیمت ومال فے اور میراث کی تقسیم وغیرہ کے لازمی احکام کا بڑا مقصد یہی ہے کہ معاشرے سے غربت وافلاس کا خاتمہ ہو۔(۲۸)

تعیّشات کی بجائے سادگی کا فروغ

کسی ملک میں غربت وافلاس کا ایک بڑا سبب وہاں کے امراء بالخصوص اہل حکومت واقتدار کا تعیّشات اللوں تللوں شاہ خرچیوں اور رنگ رلیوں میں پڑ جانا ہے۔ اسلامی نقطہ نگاہ سے کوئی آدمی حتیٰ کہ سربراہ مملکت بھی عام لوگوں کے مقابلے میں بودوباش کھانے پینے اور دوسرے انسانی حقوق میں کوئی امتیاز نہیں رکھتا ہے(۲۹)VIPاور غیر VIP کی تقسیم غیر اسلامی ہے۔ نبی رحمت ﷺ سے بڑھ کر کون دنیا میں VIP ہوسکتا ہے اس کے باوجود اس شاہ دوعالم ﷺ کے دولت کدہ میں دو دو مہینے آگ نہیں جلتی تھی۔(۳۰) آپ کیلئے کبھی کپڑوں کا کوئی جوڑا تہہ کر کے نہیں رکھا گیا(۳۱) دس لاکھ مربع میل کے حکمران۔(۳۲) کی رہائش جس "ایوان صدر" یا "وزیر اعظم ہاؤس" میں تھی اس کا طول وعرض آج بھی "گنبد خضری" سے معلوم کیا جاسکتا ہے اور اس قدسی صفات سید العرب والعجم کی رہائش گاہ کے "سامان زیست" اور "کل دنیا" کی تفصیل اور چشم دید گواہی آج بھی پڑھی جاسکتی ہے۔(۳۳)

ازواج مطہرات میں سے ہر ایک زوجہ محترمہ یا خاتون اول کا حجرہ کس قسم کے سنگ مرمر ساگوان کی لکڑی اور "امپورٹڈ" سامان سے بنایا گیا تھا۔ اس کی تفصیل آج بھی معلوم کی جاسکتی ہے۔(۳۳الف) حضور ﷺ نے ارشاد فرمایا:

"ایاک والتنعم فان عبادا اللہ لیس بالمتنعمین"(۳۴)

(عیش کوشی سے بچو کیونکہ اللہ کے بندے عیش کوشی نہیں کرتے)

عام افلاس کے زمانے میں ایک صحابی کے مکان پر بالاخانہ کو پسند نہ فرمایا۔(۳۵) پیاری لخت جگر سیدہ فاطمۃ الزھراءؓ کے گھر میں دروازہ پر پردہ دیکھا تو گھر میں داخل ہونا پسند نہ فرمایا۔(۳۶) ام المؤمنین سیدہ عائشہ کے حجرے میں لٹکے پردے کو پھاڑ دیا'(۳۶الف)

وطن عزیز میں عام غربت کا ایک بڑا باعث حکمرانوں' عوامی نمائندوں اور دولت مند لوگوں کی عیش کوشی اور تعیّش پسندی بھی ہے۔ اسلام عیش کوشی اور تعیّش پسندی کی بجائے تمام معاملات زندگی میں

سادگی کو پسند کرتا ہے۔ جس کے دنیا میں نقد بے شمار مالی و معاشی فوائد ہیں۔ جبکہ تعیش پسندی اور عیش کوشی میں بے شمار معاشی و اخلاقی نقصانات کے باعث اس کو سخت ناپسند قرار دیا گیا ہے۔

وطن عزیز میں ہر سال حکومتی بجٹ کا ایک کثیر حصہ حکمرانوں وزراء اور مشیران کی فوج ظفر موج، ممبران پارلیمنٹ اور افسران بالا کے تعیشات اور غیر ضروری اخراجات کی نذر ہو جاتا ہے۔ جس کیلئے بجٹ خسارہ کو پورا کرنے کیلئے ہر سال قرضہ اٹھانا پڑتا ہے۔ ایک رپورٹ کے مطابق صرف ایک صوبائی وزیر یا مشیر کی تنخواہ الاؤنسز، پٹرول، ٹیلیفون بل وغیرہ پر اٹھنے والے ماہانہ اخراجات ایک لاکھ روپے سے زیادہ بنتے ہیں۔ عوامی نمائندوں کیلئے ہر سال بجٹ میں جو مسرفانہ مراعات رکھی جاتی ہیں اس سے اندازہ نہیں ہوتا کہ یہ کسی غریب ملک کے نمائندے ہیں۔ سابق اور موجودہ صدر اور وزراء اعظم کو دی گئی مراعات کی تفصیل روزنامہ "نوائے وقت" لاہور مورخہ ۲۴۔ جنوری ۱۹۹۶ء اور ہفت روزہ "تکبیر کراچی مورخہ ۲۷۔ جون ۱۹۹۷ میں ملاحظہ کی جاسکتی ہیں۔ باقی تفصیلات کو چھوڑیے۔ ایوان صدر اور وزیراعظم سیکرٹریٹ کی صرف دیکھ بھال مہمانوں کی تواضع اور دیگر ضروریات کی فراہمی کیلئے کروڑوں روپے رکھے جاتے ہیں جبکہ ملک کی اکثریت کے پاس سر چھپانے کیلئے چھونپڑی بھی نہیں۔ دوسرے سرکاری دفاتر میں بھی ہر سال کرڑوں روپیہ صرف ان کی تزئین و آرائش پر خرچ ہو جاتا ہے۔ اس وقت کوئی ۴۴ کھرب روپے کا قرض سر پر ہے لیکن اس کے باوجود معروف دانشور صاحبزادہ خورشید احمد گیلانی کے بقول:

> "ہمارے حکمرانوں کا طرز معاشرت یہ پتہ دیتا ہے کہ یہ لوگ ایک ایسے ملک کے حکمران ہیں جس کے دریاؤں میں گدلا پانی نہیں شیریں اور شفاف دودھ بہتا ہے جس کے درختوں پر پتے نہیں روپے اگتے ہیں۔ جس کے موسم برسات میں سونے اور چاندی کی بارش ہوتی ہے اور جس میں آنے والے سیلاب دنیا جہان کی نعمتیں سمیٹ کر یہاں بکھیر دیتے ہیں۔ اسسٹنٹ کمشنر ہو یا ڈپٹی کمشنر اور وزیراعلیٰ ہو یا وزیراعظم سب کا انداز معاشرت ملک کے افلاس اور عوام کی غربت کی ہلکی سے چغلی بھی نہیں کھاتا۔ اے سی کو دیکھ کر قطعاً اندازہ نہیں ہوتا کہ وہ کسی دور افتادہ تحصیل کا حاکم ہے۔ ڈی سی سے مل کر بالکل احساس نہیں ہوتا کہ وہ کسی مسائل زدہ ڈویژن کا انچارج ہے۔ وزیراعلیٰ کی شان و شوکت سے یہ معلوم نہیں ہوتا کہ وہ کسی غریب صوبے کا مقتدر ہے۔ اور نہ وزیراعظم کے قرینہ زیست سے یہ پتہ چلتا ہے کہ وہ کسی مقروض ملک کا چیف ایگزیکٹو ہے۔ نمائشی اقدامات کی بات نہیں ہو رہی جو سادگی کے حوالے سے یہاں اکثر و بیشتر کیے جاتے ہیں بلکہ اس مسلسل طرز عمل کی بات ہو رہی ہے جو برسوں سے ہمارے حکمران اختیار کیے ہوئے ہیں۔" (روزنامہ نوائے وقت لاہور مورخہ ۲۵

دسمبر ۱۹۹۸ء)

اس غریب اور مقروض ملک کی ہر حکومت سادگی کے دعوؤں اور اعلان کے باوجود بالائی سرکاری سطح پر کتنی بے دردی سے اخراجات کرتی رہی ہے۔ اس کا اندازہ گزشتہ سال ملک کے قانون دان طبقہ وکلاء کی ایک درخواست سے ہوتا ہے جو انہوں نے لاہور ہائی کورٹ میں دائر کی تھی اور عدالت سے استدعا کی تھی کہ وہ ان شاہ خرچیوں پر پابندی عائد کرے اور جو ابھی تک سماعت کی منتظر ہے (روزنامہ جنگ لاہور مورخہ ۱۰ مارچ ۱۹۹۸ء) اس درخواست میں مندرج حکومتی سطح پر شاہ خرچیاں اور عیاشیاں تو صرف مشتے از خروارے کے طور پر ہیں' ورنہ

درد کے قصے نہ پوچھ ' ہیں یہ طولانی بہت
جملے جملے سے امڈ آئے گی حیرانی بہت

اور

دل کے پھپھولے جل اٹھے سینے کے داغ سے
اس گھر کو آگ لگ گئی گھر کے چراغ سے

عوامی سطح پر سرمایہ دار وڈیرے اور جاگیردار اپنی اندھی دولت کے بل بوتے پر کیا گل چھرے اڑاتے ہیں اور کسی طرح غریب لوگوں کے زخموں پر نمک چھڑکتے ہیں اس کے اندازہ میری یا کسی دوسرے ادارے کی نہیں بلکہ "اقوام متحدہ" کی ایک رپورٹ سے لگایا جاسکتا ہے۔ جو روزنامہ "نوائے وقت" لاہور مورخہ ۲۔ نومبر ۱۹۹۸ء میں شائع ہوئی۔ یہ رپورٹ پڑھئے اور غریب عوام کے ساتھ سنگین مذاق ملاحظہ فرمائیے :

"پنجاب کے ۰ء۵ فیصد ملک' ٹوانے' لغاری' مخدوم' اور کھوسے صوبے کی ۲۰ فیصد زمینوں پر قابض ہیں جبکہ سندھ کے ایک فیصد جام' جتوئی' سید اور پیر وہاں کے ۳۰ فیصد' سرحد کے ۰ء۱ فیصد باچے' خٹک' آفریدی' نواب' الائی اور میر ۵ء۱۲ فیصد رقبے پر حکمرانی کرتے ہیں جبکہ بلوچستان کے ۱۰۰ فیصد جاگیردار مری' جمالی' مینگل وہاں کی ایک ایک انچ زمین پر قابض ہیں۔ مسکین پاکستان کے ۹۳ فیصد چھوٹے کسان صرف ۳۷ فیصد زمین کے مالک ہیں۔ اقوام متحدہ کی ایک رپورٹ کے مطابق دو ارب روپے کے صرف زرعی قرضے ہڑپ کرنے والے ان جاگیرداروں نے کپاس کی فصل سے ۳۰ سے ۴۰ کروڑ روپے کمائے اور گندم' دالوں اور دیگر اجناس کے ذریعے ۱۰ سے ۴۰ کروڑ روپے کمائے اور کوئی ٹیکس بھی نہیں دیا۔ ہر خاندان اور ان کے نوجوان ہر سال کتا دوڑ' ریچھ کی لڑائی' شیر بازیوں اور دیگر عیاشیوں پر ہر سال ۴۔ ارب ۸۲ کروڑ ۲۷ لاکھ روپے خرچ کرتے ہیں یہی خاندان ہر

سال سامان تعیش اور گاڑیوں کی در آمد پر ایک ارب ۹۶ کروڑ روپے خرچ کرتے ہیں۔ جبکہ ہر دن ملک کا تمباکو استعمال کرنے پر ایک کروڑ ۲۶ لاکھ روپے سالانہ خرچ کرتے ہیں۔ رپورٹوں کی مطابق جاگیردار خاندان زرعی زمین کے علاوہ پاکستان کے شہروں میں بھی ایک کھرب تین ارب اٹھائیس کروڑ روپے کی جائیدادوں کے مالک ہیں ان کے کتے تازہ گوشت کھاتے ہیں لیکن ان کے ۱۵ لاکھ ملازمین گوشت کھانے کیلئے عید قربان کا انتظار کرتے ہیں۔ رپورٹ میں مزید کہا گیا ہے کہ پنجاب کے ۸۰ فیصد کسانوں کے پاس پنجاب کی کل نہری اور بارانی زمین کا صرف ۷ فیصد ہے۔ سندھ کے ہاریوں اور چھوٹے کسانوں کے پاس سندھ کی کل زمین کا ۱۲ فیصد سرحد کے ۲۷ فیصد کسانوں کے پاس وہاں کا ۲ء ۸ فیصد رقبہ اور بلوچستان کے ۸۰ فیصد کسانوں اور مزدوروں کے پاس اپنی ملکیت کیلئے قبر کے برابر زمین بھی نہیں ہے۔ رپورٹ میں کہا گیا ہے کہ پاکستانی معاشرے کا ہر ظلم ' زیادتی ' کرپشن ' لوٹ کا پتہ اسی پانچ فیصد طبقہ کے گھروں ' ڈیروں اور حویلیوں کی طرف جاتا ہے۔"

لہذا اسلام کے قانون حجر کے تحت ضروری ہے کہ ان سرکاری اور عوامی سطح پر مال کے ضیاع اور اسراف و تبذیر کرنے والوں پر پابندی عائد کی جائے اور حکام بالا سے لے کر نیچے تک دفاتر میں سرکاری تقریبات میں خورد و نوش میں رہن سہن میں غیر پیداواری اخراجات وغیرہ میں بعض دوسرے ممالک کی طرح سادگی کفایت شعاری اور خود انحصاری کو فروغ دیا جائے تزئینات یا تکلفات وفضولیات کا شوق قرضے لے کر پورا کرنے کی بجائے معاشی خوشحالی کے حصول تک صرف ضروریات پر اکتفا کیا جائے۔

معاشی و اقتصادی ترقی کا حصول

آج کے دور کو معاشیات کا دور کہا جاتا ہے۔ انسانی زندگی میں معاشیات کی حیثیت ہمیشہ مسلمہ رہی ہے۔ اسلام جو ایک فطری مذہب ہے ' نے بھی اس کی اہمیت کو تسلیم کیا ہے۔ اس نے مال کو انسانوں کیلئے "مایہ زندگی" قرار دیا اور فضول ضائع کرنے سے منع کیا ہے۔ (۳۷) فقہاء اسلام نے آیات قرآنی کے استدلال سے حفظ مال و عدم تضیع مال کے وجوب پر استدلال کیا ہے۔ (۳۸)

معاشی ترقی اور خود انحصاری ہی وہ چیز ہے جس کے باعث دیگر اقوام کو جو معاشی میدان میں ترقی یافتہ ہیں ' کسی ملک کے اندرونی معاملات میں دخل اندازہونے کا موقع نہیں مل سکتا۔ پاکستان میں آئی ایم ایف اور ورلڈ بینک کی کھلم کھلا مداخلت اور معاشی پالیسیوں میں دخل اندازی کوئی ڈھکی چھپی بات نہیں۔ اس کی واحد وجہ ہماری احتیاجی ہے۔

دل کی آزادی شہنشاہی شکم سامان موت
فیصلہ تیرا تیرے ہاتھوں میں ہے دل یا شکم

کسی ملک کی معاشی تعمیر اس ملک کی فوجی طاقت اور دفاعی قوت کی بنیاد اور اس کے سیاسی استحکام کی لازمی شرط ہے۔ لہذا معاشی و اقتصادی ترقی غربت کے خاتمہ اور خود کفالت کیلئے درج ذیل اقدامات کی ضرورت ہے۔

(ا) زرعی ترقی کسی ملک کی خوشحالی کا راز اس کی زرعی ترقی میں پوشیدہ ہے کیونکہ روز مرہ کی غذائی ضروریات زراعت اور باغبانی ہی کی مرہون منت ہیں۔ اس لئے ارشاد نبوی ہے:

"اطلبو الرزق فی خبایا الارض" (۳۹) (رزق کو زمین کی پہنائیوں میں تلاش کرو۔)

حضور اکرم ﷺ نے بذات خود بھی مقام جرف میں کاشتکاری کر کے امت کو زراعت کی ترغیب دی (۴۰) آپ ﷺ نے آلاتِ زراعت کو گھروں میں بند رکھنے کو ذلت و بد حالی قرار دیا۔ (۴۱) کیونکہ گھروں میں آلاتِ زراعت کو گھروں میں بند کرنے سے زراعت کا سلسلہ موقوف ہو گا اور قومی معیشت تباہ ہو جائے گی۔ علاوہ ازیں قرآن مجید میں زراعت و باغبانی کیلئے متعدد ارشادات ملتے ہیں۔ (۴۲)

زعی ترقی کیلئے درج ذیل اصلاحات مفید ہو سکتی ہیں:

(الف) موات (بنجر اور بیکار سرکاری زمینوں) کو آباد کرنے اور قابل کاشت بنانے کیلئے ایسے لوگوں کو مفت الاٹ کی جائیں جو انہیں آباد کریں۔ اسلام بنجر زمینوں کو کسی فرد کی ملکیت بلکہ بعض فقہاء کے نزدیک تو حکومت کی ملکیت بھی تسلیم نہیں کرتا۔ (۴۳) بلکہ وہ اسے اس شخص کی ملکیت قرار دیتا ہے جو اسے آباد کرے۔ حضور اکرم ﷺ کا ارشاد گرامی ہے:

جو آدمی کسی مردہ (بنجر) زمین کو زندہ (آباد) کرے وہ اس کی ہے۔ (۴۴)

حضور اکرم ﷺ نے خود بھی کئی صحابہ کو آبادکاری کیلئے زمینیں (جاگیریں) عنایت فرمائیں (۴۵)

(ب) جن جاگیروں کو انگریز حکومت کے ساتھ وفاداری اور مسلمانوں کے ساتھ غداری کے صلے میں ہزاروں ایکڑ اراضی ملی تھیں وہ بحق سرکار ضبط کر کے بے زمین کاشتکاروں کو دی جائیں۔

(ج) جس زمیندار کے پاس کوئی زمین تین سال تک بے کار پڑی رہے یعنی وہ تین سال تک آباد نہ کرے تو وہ زمین اس سے واپس لے لی جائے کیونکہ ارشاد نبوی ہے:

"اگر کوئی زمین تین سال تک خالی پڑی رہتی ہے تو اب محتجر (روک رکھنے والے) کا اس پر کوئی حق نہیں (۴٦)

حضرت فاروق اعظمؓ نے حضرت بلالؓ جیسے عظیم المرتبت صحابی اور مؤذن رسول سے وہ زمین واپس لے لی تھی جو انہیں خود حضور اکرم ﷺ نے عطا کی تھی مگر دور فاروقی تک وہ اسے آباد نہیں کر سکے تھے۔(۴۷)

یوں تمام غیر مزروعہ زمینیں آباد ہو سکتی ہے اور جاگیرداری نظام کو بھی توڑا جا سکتا ہے۔

(د) زراعت کے میدان میں بہتر نتائج کیلئے نظام آبپاشی کی اصلاح و ترقی کی طرف بھی خصوصی توجہ درکار ہے۔ زراعت اور انسانی زندگی میں پانی کی انتہائی اہمیت کے پیش نظر حضور اکرم ﷺ نے پانی کو سارے مسلمانوں کی مشترکہ ملکیت قرار دیا ہے(۴۸) سمندروں' دریاؤں قدرتی چشموں حوضوں اور کنوؤں کے پانی پر کسی کی ملکیت نہیں۔(۴۹) جن صورتوں میں پانی پر شخصی ملکیت کو جائز رکھا گیا ہے وہاں بھی زائد از ضرورت پانی کو روک رکھنے اور بیچنے سے نبی اکرم ﷺ نے منع فرمایا ہے(۵۰)

(ہ) زرعی ترقی کیلئے کاشتکاروں کو ضروری اور مناسب سہولتیں فراہم کرنا بھی حکومت کی ذمہ داری ہے۔ مثلاً زرعی مقاصد کیلئے قرضے 'آلات زراعت (ٹریکٹر وغیرہ) اور بیجوں کی فراہمی۔ حضرت عمر بن عبدالعزیز کے عہد حکومت میں آلات زراعت اور بیجوں کی فراہمی حکومت کی طرف سے کی گئی۔(۵۱) زرعی اجناس کی فروخت کیلئے آڑھتیوں کا واسطہ ختم ہونا چاہیے۔

(۲) **صنعت و حرفت**: معاشی استحکام اور وسائل معیشت میں صنعت و حرفت کو کلیدی اہمیت حاصل ہے۔ قرآن مجید میں صنعت و حرفت جو عمرانی اور تہذیبی لحاظ سے نہایت قابل اعتماد اور مستحکم ذریعہ معیشت ہے' کو ذریعہ معاش بنانے کے اشارات ملتے ہیں(۵۲) حضور اکرم ﷺ کا ارشاد گرامی ہے: اپنے ہاتھوں کی کمائی سے بہتر کوئی کھانا نہیں۔(۵۳) آپ ﷺ نے فرمایا: اللہ اس مسلمان کو پسند کرتا ہے جو صنعت و حرفت کرتا اور کماتا ہے۔(۵۴)

غذائی اجناس اور ضروری مصنوعات میں دوسرے ملکوں کی محتاجی کسی حالت میں بھی کسی ملک کیلئے خوش آئند امر نہیں۔ یہی وجہ ہے کہ فقہاء اسلام نے ہر ایسی چیز کی تعلیم اور اس کی تیاری (صنعت) کو فرض (فرض کفایہ) قرار دیا ہے۔ جو مسلمانوں کی دنیوی ضروریات اور مادی زندگی کیلئے لابدی ہے۔(۵۵) موجودہ دور میں صنعتی ترقی اس لئے بھی ناگزیر ہے کہ آج کل دفاعی قوت کا دارومدار صنعتی ترقی پر ہے۔ اور جدید آلات حرب اور دفاعی سامان کی تیاری صنعتی ترقی ہی سے وابستہ ہے اور اسلام مسلمانوں کو دفاعی قوت و استحکام کیلئے ہر قسم کی تیاری کا حکم دیتا ہے(۵۶) چونکہ یہ مقصد صنعتی ترقی فولاد ایٹمی توانائی اور بجلی کی طاقت جیسی

بنیادی صنعتوں کو فروغ دیئے بغیر حاصل نہیں کیا جا سکتا۔ اس لئے ان چیزوں (صنعتوں) کا اہتمام بھی

لازم قرار پائے گا۔ کیونکہ فقہی قاعدہ ہے کہ "کسی شرعی فریضہ کی ادائیگی اگر کسی دوسرے کام پر موقوف ہو تو وہ کام بھی فرض ہو جاتا ہے (۵۷) اس وقت اقتصادی و صنعتی پسماندگی کی ایک بڑی وجہ تکنیکی پسماندگی بھی ہے۔ ترقی یافتہ ممالک کی ترقی کا سبب صرف پیداوار کا اضافہ نہیں بلکہ ان کی ترقی کا اصل سبب یہ ہے کہ وہ جدید سائنس اور ٹیکنالوجی کے بلا شرکت غیرے مالک ہیں۔ ہمارا المیہ یہ ہے کہ مسلم ممالک کے پاس اگرچہ کروڑوں ٹن پٹرول کے ذخائر موجود ہیں۔ مگر ان ذخائر کا معاشی و تکنیکی کنٹرول مغربی ممالک کے ہاتھ میں ہے۔

لہٰذا صنعتی یونٹ میں ترقی کیلئے سرمایہ داروں اور صنعت کاروں کو ہر ممکن سہولت اور تحفظ فراہم کرنے کے ساتھ ساتھ سائنس اور ٹیکنالوجی کو فروغ دینا ضروری ہے۔ اس کے ساتھ ساتھ ملکی مصنوعات کے استعمال اور خریدار کے اعتماد کو بحال کرنے کیلئے مصنوعات کے معیار پر کڑی نظر رکھنا بھی لازمی ہے۔

(۳) **تجارت میں فروغ** : تجارت (تبادل منافع (۵۸) تحصیل مال اور اقتصادی ترقی اور غربت کے خاتمہ کا ایک اہم ذریعہ ہے۔ قرآن مجید میں متعدد آیات میں تجارت کی ترغیب دی گئی ہے (۵۹) تجارت کے فروغ اور اس میں دلچسپی پیدا کرنے کیلئے نبی اکرم ﷺ نے اس کے بے شمار دنیوی فوائد اور برکات بتائی ہیں۔ حدیث کی کتابوں میں "کتاب البیوع" وغیرہ اس پر شاہد ہیں۔ خود بھی تجارت فرما کر اس پیشہ کو اعزاز بخشا۔ (۶۰) اسلام میں تجارت سے مقصود محض نفع کمانا نہیں بلکہ انسانی ہمدردی باہمی تعاون اور خدمت خلق ہے۔ مادی منفعت ثانوی حیثیت رکھتی ہے۔ اس لئے نبی رحمت ﷺ نے تجارت میں ان تمام صورتوں کو ناجائز قرار دیا ہے جن میں لوگوں کا استحصال ہوتا اور ان کے ساتھ کسی قسم کی زیادتی یا دھوکہ ہوتا ہو۔ تفصیل کیلئے صحاح ستہ اور مشکوٰۃ وغیرہ میں کتاب البیوع کو دیکھا جا سکتا ہے۔

المختصر معاشی ترقی و استحکام اور غربت کے خاتمہ کیلئے ضروری ہے کہ :

i۔ اندرون اور بیرون ملک تجارت کے فروغ کیلئے کاروباری لوگوں کو تمام ممکنہ مراعات اور تحفظ فراہم کیا جائے اور ان پر نادرا ٹیکس عائد کرنے سے گریز کیا جائے کیونکہ ٹیکس کی زد بھی بالآخر صارفین پر ہی پڑتی ہے۔

ii۔ کاروباری معاملات کی نگرانی اور ہر قسم کی بدعنوانیوں اور استحصال کے خاتمہ کیلئے دیانتدار افراد پر مشتمل ایک ادارہ قائم کیا جائے جو ناپ تول میں کمی ملاوٹ ذخیرہ اندوزی اور ناجائز منافع خوری وغیرہ جیسی خرابیوں کا ازالہ کرے۔ مصنوعات کے مطلوبہ معیار اور ان کی تیاری کے طریقوں پر کڑی نگاہ رکھے اور بدعنوانی کے مرتکب افراد کا سختی سے محاسبہ کرے۔

iii۔ ہر قسم کے معاہدوں سے پیدا ہونے والی اجارہ داریوں کو ممنوع قرار دیا جائے جن کے ذریعے بڑے صنعتکار تاجر باہم سمجھوتہ کر کے اشیاء کی من مانی قیمتیں مقرر کرتے ہیں اور عوام آزاد مقابلہ سے مستفید نہیں ہو پاتے۔ سامان تعیش اور شرعی نقطہ نظر سے ناجائز اور حرام اشیاء کی تیاری اور درآمد پر پابندی عائد کی جائے۔

(۴) دولت کی منصفانہ تقسیم معاشی ترقی و استحکام اور غربت کے خاتمہ کیلئے لازمی ہے کہ ملک میں وسائل رزق و دولت کی منصفانہ تقسیم کا اہتمام کیا جائے۔ اسلامی نقطہ نظر سے مال و دولت خواہ کسی شکل میں ہو' اللہ کا پیدا کردہ اور دراصل اسی کی ملکیت ہے (۶۱) انسان کے پاس جو کچھ مال و دولت' زمین گھربار ہے اس میں اس کی حیثیت نائب اور خلیفہ کی ہے نہ کہ خود مختار مالک کی۔ (۶۲) شریعت کہتی ہے کہ دولت کو کسی خاص طبقہ یا چند ہاتھوں میں محدود اور سمٹ کر نہیں رہ جانا چاہیے۔ (۶۳) بلکہ یہ دولت ایسے افراد تک بھی پہنچنی چاہیے جو پیدائشی دولت کے عمل میں اگرچہ براہ راست تو حصہ نہیں لیتے۔ مگر دولت کے اصل مالک رب کریم نے ان کے حقوق بھی دولت میں رکھے ہیں (۶۴) ایسے افراد میں ماں باپ اولاد قریبی رشتہ دار یتیم محتاج فقراء و مساکین سائل مسافر اور مقروض وغیرہ شامل ہیں۔ (۶۵)

دولت کی منصفانہ تقسیم کیلئے شریعت مصطفی ﷺ نے ایک طرف تو ان تمام راستوں مثلاً سود' اجارہ داری' جوا' سحت استحصال' رشوت' غبن' دھوکہ' ملاوٹ' فراڈ وغیرہ کو مسدود کرنے کا حکم دیا ہے جن کے ذریعے دولت کا بہاؤ کسی فرد واحد یا معاشرے کے ایک مخصوص طبقہ کی طرف مڑ جائے جیسا کہ بدقسمتی سے وطن عزیز میں ہو رہا ہے۔ دوسری طرف زکوٰۃ صدقات نفقات کفارات وصیت وراثت وقف ھبہ وغیرہ جیسے واجبی اور نفلی احکام دیے ہیں جن کے ذریعے دولت مستحقین اور ضرورت مندوں تک پہنچتی رہتی ہے۔

دولت کی منصفانہ تقسیم کیلئے دو کام بنیادی اہمیت کی حیثیت رکھتے ہیں۔

i۔ ایک تو معاشی نظام سے سود کا خاتمہ۔ شرعی نقطہ نگاہ سے ہر طرح کا سود حرام اور اللہ و رسول سے جنگ تو ہے ہی (۶۶) عقلی اعتبار سے بھی یہ ایسی قباحت "ام الخبائث" یا ایسا "مردار" ہے کہ جب تک اس کو نہیں نکالا جائے گا نظام معیشت کا "کنواں" پاک نہیں ہوگا۔ موجودہ اضطراری حالات میں ایک خاص وقت تک تو سودی نظام کی گنجائش ہو سکتی ہے مگر مستقلاً اس کی گنجائش نہیں ہو سکتی نہ شرعاً نہ قانوناً نہ اخلاقاً۔

ii۔ دوسرا کام نظام زکوٰۃ کا موثر بھرپور اور دیانتدارانہ نفاذ ہے۔ لنگڑے لولے اور برائے نام نظام زکوٰۃ سے معاشی مسئلہ حل نہیں ہوگا پروردگار عالم نے مسلمانوں پر اس کو ایسے ہی فرض قرار

نہیں دیا۔ یہ ملک کے اندر غربت 'افلاس' تنگدستی اور معاشی بدحالی کا سب سے بڑا علاج (یا اپریشن) ہے ارشاد نبوی ہے :

"یہ زکوٰۃ اغنیاء سے وصولی کی جائے گی پھر اسی علاقے کے فقراء پر خرچ کی جائے گی۔(٦٧)

پاکستان میں پائے جانے والے حد درجہ معاشی تفاوت اور غربت کو ختم کرنے اور ضرورت مندوں کی کم از کم بنیادی ضروریات زندگی کو پورا کرنے کیلئے موجودہ نظام زکوٰۃ میں اصلاح پھر دیانتدارانہ وصولی اور دیانتدارانہ تقسیم ضروری ہے باقی سارے اقدامات ثانوی حیثیت رکھتے ہیں۔اس لئے کہ

کسے نہ باشد درجہاں محتاج کس
نکتہ شرع مبیں ایں است وبس

حوالہ جات

۱۔ ابن حزم، المحلی جلد ۳ ص ۴۵۵ طبع مصر (تحت مسئلہ نمبر ۷۲۵)

۲۔ مشکوٰۃ المصابیح (کتاب الرقاق) ص: ۴۵۰ طبع کراچی

۳ الف۔ بحوالہ ڈاکٹر نور محمد غفاری: اسلام کا معاشی نظام" ص: ۲۷۰ طبع مرکز تحقیق دیال سنگھ ٹرسٹ لائبریری لاہور۔

۳۔ سورہ آل عمران: ۱۹

۴۔ سورہ البقرہ: ۸۵۔۲۰۸

۵۔ سورہ الشوریٰ: ۱۳، سورہ النساء: ۱۶۳۔۱۶۵

۶۔ سورہ المائدہ: ۳

۷۔ سورہ المائدہ: ۶۶۔ سورہ الاعراف: ۹۶

۸۔ سورہ الملک: ۱۵

۹۔(الف) ابو عبداللہ محمد بن اسماعیل بخاری الجامع الصحیح: ۱:۱۰۳ طبع دہلی۔ کراچی۔

(ب) محمد ابن سعد، الطبقات الکبریٰ، ۱: ۱۲۶۔۱۲۵ طبع بیروت

(ج) احمد عبدالرحمٰن البناء۔ الفتح الربانی ترتیب مسند احمد: ۲۰: ۱۹۴ طبع قاہرہ

(د) حافظ ابن حجر عسقلانی، فتح الباری شرح بخاری: ۴: ۱۹۴، طبع لاہور، ۱۹۸۱ء

(ھ) علی بن برہان الدین حلبی: سیرت حلبیہ: ۱: ۲۱۵، طبع مصر

(و) بدر الدین عینی: عمدۃ القاری شرح بخاری، ۱۲: ۸۰ طبع بیروت

(ز) حافظ نور الدین ہیثمی: مجمع الزوائد و منبع الفوائد: ۹: ۲۲۱ طبع قاہرہ

۱۰۔ مشکوٰۃ المصابیح، ص: ۲۴۱ طبع کراچی، صحیح بخاری (کتاب البیوع): ۱: ۲۷۸ طبع کراچی

۱۱۔ صحیح بخاری (کتاب البیوع) ج: ۱، ص: ۲۷۸/ ۱۹۹ (کتاب الزکوٰۃ)

۱۲۔الف شمس الائمہ سرخسی: المبسوط: ۳۰: ۲۴۵ طبع مصر

(ب) ابن حجر عسقلانی: الاصابہ فی تمیز الصحابہ (ترجمہ حضرت سعد انصاری)

۱۳۔ ابن اثیر الجزری: اسد الغابہ: ۲: ۲۶۶ (ترجمہ حضرت سعد انصاری) طبع طہران

۱۴۔ سورہ النساء: ۱۰۰

۱۵۔ مشکوٰۃ، ص: ۱۶۳ (باب من لا تحل لہ المسئلہ) طبع کراچی

۱۶۔ سورہ الانعام، آخری آیت۔ سورۃ الزخرف: ۳۲

۱۷۔ مشکوٰۃ المصابیح ص : ۴۲۲ طبع سعید کمپنی کراچی

۱۸۔ مسلم شریف (کتاب الزکوۃ باب الحث علی الصدقۃ) ج : ۱ ص : ۳۲۷ طبع کراچی

۱۹۔ صحیح مسلم (کتاب اللقطہ) ج ۲ ص ۸۱ طبع قدیمی کتب خانہ کراچی

۲۰۔ ڈاکٹر نجات اللہ صدیقی "اسلام کا نظریہ ملکیت" طبع اسلامک پبلیکشنز لاہور ۱۹۶۸ء

۲۱۔ ابن حزم "المحلی" ج ۳ ص ۴۵۴ مسئلہ ۷۲۵ طبع مصر

۲۲۔ شمائل ترمذی : باب ماجاء فی تواضع رسول اللہ ﷺ

۲۳۔ صحیح بخاری : ۱ : ۱۸۷، طبع کراچی

۲۴۔ زغلول۔ موسوعۃ اطراف الحدیث (تحت انام)

۲۵۔ صحیح بخاری کتاب فی الاستقراض باب الصلوٰۃ علی من ترک دینا۔ کتاب النفقات باب قول النبی من ترک اوضیاعا فالی)

۲۶۔ ڈاکٹر یوسف القرضاوی : مشکلات الفقر و کیف عالجھا الاسلام
(اردو ترجمہ بنام اسلام اور معاشی تحفظ) ص : ۶۳۔ ۶۴ طبع لاہور

۲۷۔ ایضاً

۲۸۔ تفصیل کیلئے ملاحظہ ہوں کتب فقہ و حدیث متعلقہ ابواب

۲۹ (الف) ابو عبید : کتاب الاموال (اردو) : ۱ : ۳۴۷ طبع اسلام آباد
(ب) دربار قیصر میں معاذ بن جبلؓ کی تقریر (فتوح الشام ازدی ص : ۱۰۵ کلکتہ)

۳۰ (الف) صحیح بخاری : ۲ : ۹۵۶، طبع دہلی
(ب) صحیح مسلم : ۲ : ۴۰۱ طبع کراچی
(ج) مصنف ابن ابی شیبہ : ۱۳ : طبع کراچی
(د) صحیح ابن حبان : ۹ : ۸۸ طبع شیخوپورہ پاکستان

۳۱۔ (الف) سیرت نبویہ لابن کثیر : ۴ : ۷۱۳ طبع قاہرہ
(ب) سیرت حلبیہ : ۳ : ۴۵۱۔ ۴۵۲ طبع مصر
(ج) امام احمد بن حنبل : کتاب الزہد : ص : ۶۹ دار الفکر
(د) الماوردی : اعلام النبوہ : ۱۹۹ طبع ازہر، مصر
(ھ) ابن جوزی : کتاب الحدائق : ۲۹۷ بیروت

۳۲۔ ڈاکٹر محمد حمید اللہ : عہد نبوی میں نظام حکمرانی ص : ۲۴۴ طبع کراچی

۳۳ (الف) صحیح بخاری : ۱ : ص : ۷۴۴، طبع دہلی

(ب) صحیح مسلم مع شرح نووی: ۱: ۴۸۰ طبع کراچی
(ج) امام احمد: کتاب الزہد ص: ۷ ۹ دار الفکر
(د) مسند ابی یعلی: ۱: ۱۱۱-۱۱۲
(ھ) بیہقی: دلائل النبوہ: ۱: ۳۴۵ بیروت ٗ مکتبہ اثریہ لاہور
۳۳ الف ابن سعد: الطبقات الکبری ۱: ۵۰۱ طبع بیروت
۳۴۔ مشکوٰۃ (باب فضل الفقراء ص: ۴۴۹ طبع کراچی
۳۵۔ سنن ابی داؤد (کتاب الادب ۲: ۷۱۱ اصح المطابع کراچی
۳۶۔ سنن ابی داؤد (کتاب اللباس: ۲: ۵۷۲ طبع کراچی
۳۶ (الف) سنن ابی داؤد ٗ: ۲: ۵۵۷
۳۷۔ سورۃ النساء: ۵
۳۸۔ جصاص: احکام القرآن تحت آیت
۳۹۔ مجمع الزوائدومنبع الفوائدللهيثمي (باب الكسب والتجارةوالحث على طلب الرزق)
۴۰۔ المبسوط للسرخسی: ۲۲: ۲
۴۱۔ بخاری کتاب الزراعۃ
۴۲۔ سورۃ الکہف: ۳۲-۳۳ سورۃ الواقعہ: ۶۳-۶۴
۴۳۔ مجموع فتاوی ابن تیمیہ: ۲۸: ۵۸۶
۴۴ الف) صحیح بخاری: ۱: ۳۱۴ ٗ طبع کراچی
(ب) کتاب الخراج لامام ابی یوسف ص: ۶۵-۶۴ بیروت
(ج) المحلی لابن حزم: ۸: ۲۳۶ مسئلہ ۱۳۴۸ مصر
(د) سنن ابی داؤد: ۲: ۴۳۷ طبع کراچی
(ھ) زیلعی نصب الرایہ (کتاب الغصب)
۴۵ الف) کتاب الخراج لیحی ابن آدم ص: ۹۳ طبع بیروت
(ب) ابو عبید: کتاب الاموال (اردو): ۱: ۴۶۱ طبع اسلام آباد
(ج) سنن ابی داؤد: ۲: ۴۳۵ طبع کراچی
۴۶۔ بدائع الصنائع للکاسانی: ۶: ۱۹۴
۴۷ الف) سنن ابی داؤد: ۲: ۴۳۵ طبع کراچی
(ب) ابو عبید: کتاب الاموال (اردو): ۱: ۴۶۱ اسلام آباد

(ج) یحیٰ ابن آدم کتاب الخراج ص : ۹۳ بیروت

۴۸۔ سنن ابی داؤد : ۲ : ۹۲ ۴ طبع کراچی

۴۹۔ بدائع الصنائع للکاسانی (کتاب الشرب) ج : ۶

۵۰الف) صحیح مسلم : ۲ : ۱۸ طبع کراچی

(ب) سنن ابی داؤد : ۲ : ۵ ۳ ۴ طبع کراچی

(ج) جامع ترمذی ص : ۲۰۴ طبع کراچی

(د) یحیٰ ابن آدم (کتاب الخراج ص : ۱۰۷ بیروت

۵۱۔ طحاوی : شرح معانی الاثار : ۲ : ۲۶۱ طبع دہلی

۵۲۔ سورۃ الحدید : ۲۵۔ سورۃ الاعراف ۳۶۔ سورۃ النحل : ۴۴۔ سورۃ سبا : ۱۱۔ ۱۰

۵۳۔ مشکوٰۃ ص : ۲۴۱ طبع کراچی

۵۳۔ امام غزالی۔ احیاء علوم الدین) (باب فضل الکسب) ۲ : ۶۳

۵۵۔ شاہ ولی اللہ : حجۃ اللہ البالغہ (ابواب طلب الرزق) ج : ۲

۵۶۔ سورۃ الانفال : ۶۱

۵۷۔ الآمدی : الاحکام فی اصول الاحکام : ۱ : ۱۵۸

۵۸۔ مجلۃ الاقتصاد الاسلامی عدد ۴۷ ص : ۶ شوال ۱۴۱۵ھ

۵۹۔ سورۃ جمعہ : ۱۵' سورۃ النساء : ۲۹' سورۃ فاطر ۱۲۱۔ سورۃ البقرہ : ۱۶۴۔ ۱۷۵۔ ۱۹۹

۶۰الف) سیرت حلبیہ : ۱ : ۱۲۱ تا ۱۲۳ طبع بیروت

(ب) طبقات ابن سعد : ۱ : ۱۲۱ طبع بیروت

۶۱۔ سورۃ المؤمنون : ۸۴' ۸۵' ۸۸۔ سورۃ البقرۃ : ۲۸۴۔ سورۃ نور : ۳۳

۶۲۔ سورۃ حدید : ۷ (ب) تفسیر کبیر للرازی : ۲۹ : ۲۱۶ مصر

۶۳۔ سورۃ الحشر : ۷

۶۴۔ سورۃ الزاریات : ۱۹

۶۵۔ سورۃ البقرۃ : ۸۳' ۱۷۷' ۲۱۵ سورۃ التوبہ : ۶۰

۶۶۔ سورۃ البقرہ : ۲۷۹

۶۷۔ صحیح بخاری (کتاب الزکوٰۃ) ۱ : ۲۰۳ طبع دہلی